

نازیہ کنول نازی

تو کج میسرا



WWW.PAKSOCIETY.COM

نازیہ کنول نازی

تو کچھ میرا

جملہ عروسی میں بیٹھی وہ اپنی چوڑیوں سے کھیل رہی تھی جب اس کے کمرے کا دروازہ کھلنے سے کھلا اور اگلے ہی لمحوں میں خضر حیات خوشبوؤں میں مٹکا کمرے کے اندر چلا آیا۔ اس کی آہٹ پا کر وہ اپنی جگہ پر مزید سمٹ کر بیٹھ گئی۔

آج جو دن قدرت نے اسے دکھایا تھا وہ اس دن کے لیے زیادہ پر امید نہیں تھی۔ دل کی پچھل ایک دم سے بوجھ جب خضر کوٹ اتار کر قریبی صوفے پر رکھتے ہوئے اس کے پاس بیٹھ پر آ بیٹھا۔ پر شوق نگاہوں میں سرشاری اور جذبات کا تھا انھیں مار مارا سمندر تحریم کو خود

مکمل ناول

میں سمیٹنے پر مجبور کر گیا۔
”السلام علیکم۔“ اس کے بہت قریب بیٹھ پر بیٹھتے ہوئے وہ بولا تو تحریم کی نگاہیں مزید جھک گئیں۔
”وعلیکم السلام۔“ بظاہر پر اعتماد ہونے کے باوجود اس کی آواز میں کچھ پکپکاہٹ تھی۔ خضر مسکرا دیا۔
”میں لیٹ تو نہیں ہوا نا؟“ اس کی مقناطیسی نگاہوں کی کشش نے تحریم کی دھڑکنوں کو مزید اٹھل پھل کر دیا تھا۔ تاہم اس نے اس کا سوال قطعی نہ سمجھتے ہوئے پل دھپل کو سرانجام کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

”انگینڈ سے واپسی کی بات کر رہا ہوں تم کیا سمجھیں؟ میں کمرے میں لیٹ آنے کی بات کر رہا ہوں؟“ وہ خوش تھا بے تحاشا خوش تحریم دھیرے سے مسکرا کر نفی میں سر ہلائی پھر سے نظر جھکا گئی۔
”دیکھا تحریم جذبے اگر سچے ہوں تو منہل مل ہی

بیا کرتی ہے کون سمجھ سکتا تھا کہ میں تمہیں خود سے منسوب کرواؤں گا، ماما کو جیسے میں نے راضی کیا ہے میں ہی جانتا ہوں تم بھی خوش ہونا۔“
باہم باتچہ سے اس کے دونوں ہاتھ تمام کر اس نے اپنا دایاں ہاتھ تحریم کے خوب صورت گال پر رکھ دیا تھا۔ جس کی سانسیں اب اس کی اس درجہ قریب پر سینے میں اٹکنے لگی تھیں۔ تاہم اس نے اپنا سر آہستہ سے اثبات میں ہلایا تھا۔ جس پر خضر بے خود ہوتے ہوئے اس کے مزید قریب ہو گیا۔

”کی ایم سوچیں تحریم تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ آج میں کتنا خوش ہوں، تمہیں پاکریوں لگتا ہے مجھے دنیا کی ہر نعمت میرے ہاتھوں میں سمٹ آئی ہو گی۔“ دلفریب پرفوم کی خوشبو کے ساتھ ساتھ اس کی قربت اور جذبات کی پیش نے اس کے چہرے کی حدت کو بڑھادیا تھا۔ اسے کھل کر سانس لینے میں دشواری محسوس ہونے لگی۔
”تحریم۔“ اس کی گھبراہٹ کو محسوس کر کے خضر نے اپنی آواز کو مزید بوجھل کیا تھا وہ بمشکل پیس آف سکی۔

”جی۔“
”تم خوش ہونا۔“ وہ بے خود ہو رہا تھا۔
”جی۔“ اس کے جی کہنے کی دیر تھی کہ اس نے اس کا موی ہاتھ تمام کر فوراً لبوں سے لگا لیا۔
”تھینکس۔“ تم میری زندگی میں آنے والی ہو اور آخری لڑکی ہو تحریم میری طرف سے تمہیں بھی شکایت کا موقع نہیں ملے گا، ہاں تمہیں اس جیسا اپنا مقام بنانے کے لیے بہت محنت کرنی پڑے گی، نہیں

پتا ہے نا، ماما اس رشتے کے لیے آخری وقت تک راضی نہیں تھیں اگر تم اپنی محبت سے ان کا دل جیت لو گی تو پھر یہ گھر تمہارے لیے کسی جنت سے کم نہیں ہو گا۔ بہت رمان سے وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

تحریم سر جھکائے اس کی ہر بات کو خوب توجہ سے سنتی اور سمجھتی رہی۔ یہ تو وہ بھی جانتی تھی کہ خضر کی ماما نے ہر ممکن کوشش کی تھی خضر کو اس سے دور کرنے کی مگر وہ اپنی دھن کا پکا نکلا تھا اور محبت کا میدان مار کر ہی دم لیا تھا۔ اس کی محبت میں اتنی شدت تھی کہ بے ساختہ اسے اپنے نصیب پر رشک آنے لگا تھا۔



وہ گرمیوں کی ایک جلتی سلتی دہسرتھی جب پہلی بار خضر حیات سیال کے ساتھ اس کا پہلا کھڑا ہوا تھا۔ وہ کلج سے لوٹی تھی اور گرمی کی شدت کے سبب نہ حال ہو کر اپنی دوست امبر کے ساتھ اس کے گھر چلی آئی تھی کیونکہ اس کا گھر کلج سے قریب تھا۔

لاؤنج میں اسے سی کی ٹھنڈک نے اس کے شہدے اعصاب کو قدرے سکون بخشا تو اس نے امبر کے ساتھ کپیس لڑاتے اس کے شوخ و شریر کزن خضر حیات کو توجہ سے دیکھا جو اس کو اپنی گفتگو کا محور بنائے ہوئے تھا۔ امبر اپنے کزن سے اس کا تعارف کروا چکی تھی اور اب اسے بتا رہی تھی۔

”تحریم یہ خضر ہیں میرے پھوپھو زادہ رضائی بھائی“ انگلیڈ میں ہوتے ہیں موصوف اس بارہا نہیں کیسے اتنے گرم موسم میں پاکستان کی یاد بھیج لائی انہیں۔ وہ سری بارہمارے گھر آئے ہیں جناب۔“ امبر کا انداز خاصا جلی تھا۔ وہ نارمل انداز میں سر ہلا کر سلام کر گئی۔

”وعلیکم السلام“ جیتی رہے۔“ خضر حیات کے انداز میں شوخی تھی۔ وہ مزید کچھ بھی بولنے کی جسارت نہ کر سکی۔

اگلی بار پورے ایک ہفتے کے بعد اس کا اس شخص سے سامنا ہوا تھا۔ وہ بھی بڑے غیر متوقع انداز سے۔ سنڈے کی چھٹی کے باعث اس روز وہ اپنی بھابی کے

ساتھ مارکیٹ آئی تھی۔ بھابی کو کوئی ٹیبل ور کار تھا، لہذا وہ شہر کی سب سے بڑی بک شاپ میں گھس گئیں اور یہیں خضر حیات نے جو خود بھی شاعری کی کچھ کتابیں خرید رہا تھا اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا تھا۔

”السلام علیکم۔“ پہلی نگاہ اس کی بڑی تھی لہذا کتابیں چھوڑ کر وہ اس کی طرف لپک آیا۔ تحریم نے چونک کر اس کی طرف نگاہ کی تھی۔ وہ بھی اسے پہچان گئی تھی مگر اس کا مخاطب کرنا اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ بھابی اپنے ٹیبل کے لیے دکاندار کے ساتھ غصہ میں مصروف تھیں۔

”آپ اس روز کے بعد دوبارہ نہیں آئیں۔“ اس کی آنکھوں میں عجب سی کشش تھی۔ تحریم نے اس کے الفاظ پر ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور دوسری نظر پیچھے پلٹ کر دکاندار کے ساتھ ابھرتی اپنی بھابی پر ڈالی۔ صد شکر کہ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھیں۔ مگر نہ بات کا جھگڑ بننے میں ایک پل نہیں لگا۔

”اوس کی ابھی میں اپنی بھابی کے ساتھ ہوں۔“ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار پیدا ہو گئے تھے خضر حیات کو بے حد لطف آیا۔

”تو کیا ہوا؟ ہم تو صرف باتیں کر رہے ہیں۔“ وہ جان بوجھ کر اسے تنگ کرنے کے لیے اس کی راہ روکے کھڑا تھا۔ تحریم کی سمجھ میں نہ آیا وہ اس سے کیا کہے۔

”میں باتیں نہیں کر سکتی آپ کے ساتھ۔“

اس بار قدرے درشتگی سے کہہ کر وہ اس کی سائیڈ سے نکلتے ہوئے اپنی بھابی کے برابر میں جا گئی ہوئی۔

اس کی ہتھیلیاں پسینے سے نم ہو رہی تھیں۔ چہن سے اس نے ہر قدم بہت پھونک پھونک کر رکھ رکھا۔ اس کی اچانک رحلت کے بعد وہ ایک دم سے بہت بڑی ہو گئی تھی۔ مزاج میں خمرے کی جگہ عاجزی نے لے لی تھی۔ پھر پڑا تنگ بولتی زبان چپ کی بکل مار کر اب صرف ضرورت کے وقت ہی چلتی تھی۔

اس کے لبا کی کپڑے کی دکان تھی اور وہ وہاں

لب وہی دکان سنبھال رہے تھے۔ وہ اپنے لبا کی تیسری اور آخری اولاد تھی اور اباں کے زندہ رہنے تک بے حد لڑائی تھی اباں کے بعد اسے زندگی کے صحیح مسائل کا سامنا صحیح معنوں میں کرنا پڑا تھا۔ اس کی دونوں بھابیوں اور بھائیوں کے مزاج بدلنے میں بہت کم دن لگے تھے۔ اس کی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات پر کتہ چینی کرنا ان دونوں نے جیسے اپنا نصب العین بنالیا تھا۔

اب تک وہ اپنے باپ کے دم پر بڑھ رہی تھی کیونکہ اس کے ابا کا گھر پر کافی رعب تھا۔ مگر نہ اس کی بھابیوں کا تو بس نہیں چھتا تھا کہ وہ ایک دن سے پہلے اس کی تعلیم چھڑا کر اسے گھر بٹھالیں اور سارے کام کا بوجھ اس کے ہاتھوں کندھوں پر ڈال دیں۔ اتنے فیصلوں سے اثر کھینچنے کرنے کے بعد وہ اب ٹھوڑا بڑی ہو گئی۔

بھابیوں کی ہاں میں ہاں ملانے کے باعث اب تک گھر کا ماحول قدرے پرسکون تھا۔ لہذا راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔

اس روز کلج سے پورے تین دن کی غیر حاضری کے باعث وہ امبر کا حال احوال دریافت کرنے اس کی طرف آئی تھی۔ کیونکہ کلاس میں امبر کے ساتھ ہی اس کی گرمی وابستگی تھی اور اس کے بغیر کلاس میں اس کا دل نہیں لگتا تھا۔ گھر میں فون تھا نہ اس کے پاس موبائل فون کی سہولت موجود تھی لہذا وہ چاہ کر بھی اس سے اس کی غیر حاضری کا سبب نہ بوجھ سکی۔

کلج سے چھٹی کے بعد وہ اس کی طرف آئی تو اسے اپنے کمرے میں بستر پر پایا۔ تیز بخار میں جلتی وہ اس کی نظر تھی۔ اس کو دیکھتے ہی امبر کا پارہ ہائی ہو گیا۔

”اگلیا میرے گھر کا راستہ یاد؟“ غلامت میں بھی اس کا مزاج نہیں بدلا تھا۔ وہ بیگ سائیڈ پر رکھ کر اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

”رستہ تو یاد تھا یا ر، لیکن مجھے تمہاری بیماری کا نہیں پتا تھا۔“ امبر ابھی کی طبیعت آج کل ٹھیک نہیں رہتی، اس لیے جلد از جلد گھر پہنچنے کی کوشش ہوئی پر اچانک

بخار کیوں چڑھایا۔“

”میں نے کہاں چڑھایا ہے، خود ہی چڑھ گیا بے چارہ اب اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا۔“

”چلو تمہارے تو مزے آگئے۔“ وہ مسکرائی تھی، اسی اثنا میں خضر نے امبر کے کمرے میں قدم رکھا، وہ اس کی دوا میں لے کر شاید سیدھا مارکیٹ سے ہی آ رہا تھا۔

”یہ لو تمہاری خوراک، مزید تین دن کا راشن لے آیا ہوں، پھر بھی ٹھیک نہ ہوئیں تو ڈاکٹرز پکڑ کر بڑے بڑے انجکشن ٹھوک دے گا۔“

اس پر سرسری سی نگاہ ڈال کر وہ امبر کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ تحریم نے خاموشی اختیار کر لی۔ اس کا خیال تھا وہ دوا رکھ کر کمرے سے نکل جائے گا، مگر وہ وہیں قریبی صوفے پر دھریا دے کر بیٹھ گیا۔

”اور مس تحریم، کیسی ہیں آپ۔؟“ ادھر کا چکر لگانا تو جیسے آپ کو یاد ہی نہیں رہتا۔“ ایک ٹانگ صوفے پر رکھ کر وہ سرسری زمین پر جھاتے ہوئے اس نے اپنا رخ تحریم کی طرف کیا تھا وہ کنفیوز ہو گئی۔

خواتین ڈائجسٹ

کی طرف سے
بہنوں کے لیے ایک اور ناول

وہ خبطی سی دیوانی سی

آسیہ سلیم قریشی

قیمت --- 400/- روپے

منگوانے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37- اردو بازار، گجراتی۔

"نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔" جانے کیا بات تھی اس شخص کو قہر سے پاتے ہی اس کی ہتھیلیاں جھینگنے لگی تھیں۔

"ایسی نہیں تو پھر کیسی بات ہے؟" امیرانہ مس کر رہی تھی آپ کو۔ "وہ بات سے بات نکل رہا تھا" تحریم سراخا کر رہی تھی سے امیر کو دیکھنے لگی۔

"میں اب چلتی ہوں امیر! کیا پریشان ہو رہے ہوں گے۔"

"ارے ابھی تو تم آئی ہو، تھوڑی دیر تو بیٹھو، پھر خضر چھوڑ آئے گا۔"

"نہیں، میں کسی اجنبی مرد کے ساتھ نہیں جا سکتی۔" جلد سے جلد فرار کی کوشش میں وہ امیر سے ہاتھ ملا کر انہی تھی جب وہ بول پڑا۔

"اجنبی مرد آپ کو کھاتا تو نہیں جائے گا۔" اب وہ کیا کہتی ہیں سرسری سی نگاہوں سے نکل آئی۔

وہ چھوٹی سی تھی جب امیر سے اس کی دوستی کا آغاز ہوا۔ ایک ہی روز پھر ہونے کی وجہ سے دونوں اسکول بھی آگئی جاتی تھیں۔ ان دنوں وہ نئی نئی چھٹی جماعت میں داخل ہوئی تھیں، جب امیر کی پچیسویں چھوٹا بیٹا عمر اپنی والدہ کے ساتھ پاکستان چلا آیا۔ وہ عمر میں ان سے دو چار سال بڑا تھا، عمر اپنی شرارتی فطرت اور منساہر طبیعت کے باعث بہت جلد ان دونوں سے گھل مل گیا تھا۔

اسے تحریم کی آنکھیں اور بال بہت پسند تھے پہلی بار پاکستان آمد پر وہ چند ہفتے ہی رک سکا تھا، تاہم پورے چار سال کے بعد جب وہ میٹرک کے پیچھے دے رہی تھیں تو وہ پھر پاکستان آیا تھا۔ اس بار وہ بچہ نہیں بلکہ ایک بھرپور جوان مرد تھا۔ بچپن کی دوستی کے باوجود تحریم اس بار اس سے فرینک ہونے کی ہمت نہیں کر سکی تھی۔ عمر بزار کوشش کے باوجود بس دور دور سے ہی اس کا دیدار کر لیتا تھا اور اپنے خالص جذبات کے بارے میں امیر کو بھی بتا دیتا تھا جس پر امیر نے کوئی

تبصرہ نہیں کیا۔

وہ ان دنوں بہت آگے کی نہیں سوچ رہا تھا تاہم امیر اور تحریم کے کالج جو ان کرنے کے بعد جب اس نے انجینئرنگ کا پتہ لگایا تو بڑے فرینک انداز میں انہوں نے صرف دو سال بڑے خضر سے کہہ بیٹھا۔

"خضر، سنا ہے اس بار گرمیوں میں تم ہمس کی محبت میں پاکستان جا رہے ہو۔"

"ہاں، یوں اس بار پھر تم جانا چاہ رہے ہو کیا۔"

"نہیں، میرے انگریز دوستوں والے ہیں، تمہاری جاب اور جا کر ذرا امیر کی دوست تحریم پر توجہ کرنا سنا ہے بہت اچھی لڑکی ہے۔"

"تو؟" اس نے نظریں اٹھ کر خاصے مشکوک مگر شرارتی انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا جب وہ بول۔

"تو یہ کہ کتنا اچھا ہو اگر مملا سے اپنی بیوی سے اور ہمارے قیمتی ممبر کی حیثیت سے یہاں ہمارے حشر آجائے۔"

اس نے اپنے لیے کہا تھا، مگر خضر اس کے اندر کی کمائی نہیں جان سکا، ابھی اپنی مرضی کا مطلب نکل کر اگلے دو تین روز میں پاکستان چلا آیا۔

اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ تحریم کے متعلق عمر کے ارادے کیا ہیں نہ ہی وہ اس سے کبھی بوجھ سکا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس دھان پانی کی لڑکی کے نگاہوں میں بچنے کے بعد وہ اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہا تھا۔

وہ جس ماحول سے آیا تھا وہاں تحریم جیسی معصوم اشرم وحیا کی حامل سیدھی سا دی لڑکی کا ملنا خالص مشکل تھا لہذا امیر سے اس کے بارے میں ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد وہ اب ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ بھری گرمیوں کی دھوپ میں، خضر کے اب دا امیر اور تحریم کو خود کالج سے لے کر آتا جس پر تحریم کی جھجک اور جھجک اسے بے حد لطف دیتی، اس روز بات کو مزید آگے بڑھانے کے لیے وہ امیر کے ساتھ تحریم کے گھر بھی چلا آیا تھا۔

کچھ سے باہر گیت کے قریب تحریم کے ابو پانچ کو

پانی دے رہے تھے۔ باپ ان کے ہاتھ میں تھا اور وہ دھوئے سروں میں کچھ گھنٹا رہے تھے خضر نے قدرے فاصلے پر بی بی بانیک روک دی تھی۔ امیر تحریم کے ابو، احسان احمد صاحب کو سلام کرتی، مگر کے اندر چلی گئی، جبکہ وہ بانیک چھوڑ کر ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے اوتار اوھر کے احوال دریافت کرنے لگا۔

اس روز تقریباً "پون گھنٹہ حسان صاحب سے گفتگو کے بعد وہ باصرف ان کی شخصیت اور رکھ رکھاؤ سے بے حد متاثر ہوا تھا، بلکہ ان کی فیملی کے بارے میں جو معلومات ملی تھی اس نے بھی اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

حسان صاحب بھی خضر حیات کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔

اس روز اس نے خود امیر کو بنا تحریم کو انظار میں کیے چھٹی کرنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ اس کے مقصد سے باخبر نہیں تھی لہذا اس کی ضد کو یہ نظر رکھتے ہوئے چھٹی کرنی مر اس شرط پر کہ وہ پہلے تحریم کو اس کی چھٹی سے مطلع کر کے آئے۔ خضر نے باہی تو بھولی تھی مگر جان بوجھ کر اس نے تحریم کو امیر کی چھٹی کے متعلق نہیں بتایا۔ کالج سے چھٹی کے وقت وہ اسے بریانی بنانے میں مصروف کر کے خود ہمانے سے گھر سے نکل آیا، تحریم کالج خالی ہو جانے کے بعد نہایت منہموم سی آئیل چلی آ رہی تھی۔ جب وہ بانیک پر اس تک پہنچ گیا۔

"چلو بیٹھو۔" اپنا سامان دغا کے اس کے قریب بانیک روک کر اس نے یوں حکم دیا تھا گویا وہ روز اس کے ساتھ جاتی ہو۔ وہ بکا بکا سی اس کی جرات کو دیکھتی رہ گئی تھی۔

"میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو،" امیر نے تمہیں لینے کے لیے بھیجا ہے، آج پہلی دفعہ تو نہیں آیا میں۔" وہ اب واقعتاً اس کے گریز سے چڑنے لگا تھا۔ تحریم نے اٹھ اٹھا "اوھر اوھر دیکھنے کے بعد اس کی طبیعت صاف کرنے کا ارادہ کر لیا۔

"مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا سنا آپ نے، یہ بھڑکیاں کسی اور کے ساتھ جتا میں جا کر، مجھے آپ کی

بی بی بانیک کا تیرا راز

سوتلی بیٹی

SOHNI HAIR OIL

12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیار کی کے ماحول پر لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، وہ بار بار اس باکسی 20 سے استعمال نہیں کر لیتی ہیں اس میں کافی غریب اجا سکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت 70/- روپے ہے، 20 سے 30 روپے والے مٹی آؤر بھی کر رہا ہے، مگر اس 20 جڑی سے چھوٹے والے مٹی آؤر اس حساب سے 1 بوتل کے لئے 90/- 2 بوتل کے لئے 160/- 3 بوتل کے لئے 240/-

نوٹ: اس میں ایک فرق اور یہ ہے کہ 70 جڑی بوٹیوں کا تیرا راز

بی بی بانیک کا تیرا راز

بی بی بانیک کا تیرا راز

بی بی بانیک کا تیرا راز

بی بی بانیک کا تیرا راز

بی بی بانیک کا تیرا راز

بی بی بانیک کا تیرا راز

بی بی بانیک کا تیرا راز

بی بی بانیک کا تیرا راز

ان نواز شوں کی ضرورت نہیں ہے۔

"میں تقریر سننے کے موڈ میں نہیں ہوں جو کہا ہے وہ کرو۔" وہ تپ گیا تھا۔ تحریم کی حیرانی دو چند ہو گئی۔

"کیوں کروں؟ اب تک امیر کا کزن ہونے کی وجہ سے میں آپ کا لٹاؤ کرتی تھی ہوں میری اس شرافت کو اگر آپ میری کمزوری سمجھ رہے ہیں تو یہ آپ کی بھول ہے۔" اسے بھی غصہ آ گیا تھا مگر اس نے پروا نہیں کی۔

"مگر بیٹھتی ہو کہ زبردستی انجا کر بیٹھو نہیں۔" اب اس کا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔ تحریم ڈر گئی۔

"مجھے کسی اجنبی مرد کے ساتھ ایسے نہیں جانا سمجھ میں نہیں آتا آپ کو۔" اس نے کہا تھا جواب میں خضر بانیگ سے اتر آیا۔

"میرا خیال ہے تم ایسے نہیں مانو گی۔" وہ اسے ہراساں کرنا چاہ رہا تھا اور وہ ہو گئی تھی۔

"میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں آپ ہاتھ دھو کر میں نے کیا گناہ کیا ہے آپ کا۔"

"بیٹھو پھر جانا ہوں۔" تحریم بے بسی سے ب کچاتی بالا خراس کے پیچھے بیٹھ گئی۔

"تھینکس۔" بانیگ اشارت کرنے سے پہلے اس نے جیسے خود سے کہا تھا۔ جبکہ تحریم کی جان یہ سوچ کر سولی پر اٹکی تھی کہ اس کا کوئی جاننے والا اسے اجنبی مرد کے ساتھ نہ دیکھ لے۔

"امیر کو آج میں نے ہی چھٹی کرنے پر مجبور کیا تھا متعجب صرف یہ تھا کہ اس وقت ہمیں تعالیٰ میسر آ سکے۔"

میں زیادہ لمبی چوڑی تمہید کا قائل نہیں مختصر بتا دیتا ہوں کہ میرے پیر میں ایک دو روز میں میری ہی ضد پر پاکستان آ رہے ہیں۔

مما شاید نہ آتیں لیکن بلا ضرور آئیں گے اور ان کے آتے ہی میں انہیں تمہارے گھر بھیجنا چاہتا ہوں اپنا پر پوزل دے کر تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے نا۔

دھیمی رفتار سے بانیگ اپنے رستے پر دوڑانے کے بعد اس نے اپنا مدعا بیان کرنے میں ایک لمحہ نہیں لگایا تھا۔

تحریم اگر اس وقت اس کے ساتھ بانیگ پر نہ بیٹھی

ہوتی تو ضرور اچھل پڑتی۔

"کیا ہے؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" اس کا دل جیسے اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔

"اردو میں کہا ہے بی بی فارسی استعمال نہیں کی تمہاری میرے بارے میں جو بھی رائے ہے اسے نہ صاف کہہ دو۔"

اگر کسی اور کو پسند کرتی ہو تب بھی چہرہ میں زبردستی کسی بھی حلق کا قائل نہیں ہوں انہیں اب تم سے دستبردار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

"عجیب ضدی اور گھمنڈی شخص تھا۔" تحریم کا دل چاہا وہ بانیگ سے اتر کر روتا شروع کر دے۔

اسے امیر پر بے انتہا غصہ آ رہا تھا مگر وہ غصہ سے کام لیتی خاموش بیٹھی رہی جب وہ بولا۔

"تمہاری خاموشی اگر رضامندی کا سنل ہے تو میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

"میں رضامند نہیں ہوں۔" بڑی مشکل سے جھٹی تھئی آواز میں بالا خرو بول ہی اٹھی تھی۔

"جس معاشرے سے آپ آئے ہیں وہاں ایسے کھیل تماشوں کو پسند کیا جاتا ہوگا مگر میری اپنی پسند ہے اپنے ہمسفر کے لیے مجھے اپنے جیسا ہی سیدھا سا ایماندار شخص مطلوب ہے میں شغل اور حیثیت پر مر مٹنے والی نہیں ہوں۔"

امیر کا گھر آ گیا تھا لہذا اس نے بانیگ روک دی تحریم کی پیشانی پر چمکتا پسینہ اس کی مکمل توجہ اپنی جانب مبذول کروا گیا تھا۔

"تم سے کس نے کہا میں سیدھا سا ایماندار نہیں ہوں یا تم سے شادی کا میرا ارادہ محض کھیل تھا ہے؟"

اب کے اس کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

تحریم نے بے بسی سے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا اور پھر جیسے حیرت زدہ ہو گئی تھی۔

مقابل کی آنکھوں کی کشش نے اسے چاہتے ہوئے بھی دوبارہ نگاہ جھکانے نہیں دیا تھا۔

کتے ہی بل بوتے پر بیت گئے تھے جب خضر نے جی کڑکتی دھوپ کا رخ کرتے ہوئے اپنی نگاہوں کا رخ پھیر لیا۔

"چلو اندر جاؤ میں نے امیر کو فی الحال کچھ بھی نہیں

بتایا ہے تم چاہو تو بتا سکتی ہو۔" دوبارہ بانیگ سنبھالتے ہوئے اس نے بھاری سانس میں کہا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں سے رخصت ہو گیا مگر وہ اگلے کئی لمحوں تک اندر قدم ہرجانے کی سکت خود میں نہیں پاسکتی تھی۔

اس رات اس نے پہلی بار رستہ جگمگے کاغذ اب جھینٹا تھا۔

خضر حیات سیال کی آنکھوں کا جاؤ جب جب یاد آتا وہ کیڑے بدل کر رہ جاتی صرف ایک لمحے میں وہ لونی لٹی تھی بے اختیار ری کا وہیل رو رہا تھا کراستہ پشیمانی میں مبتلا کر رہا تھا۔

خند کے ساتھ ساتھ بھوک پیاس اور قرار نے بھی اس سے لگاتار قائل کر دیا تھا۔

اگلے روز اس نے امیر کو بتائے بغیر چھٹی کر لی مگر اس سے اگلے روز اس نے دل کے سامنے ہتھیار پھینک دیے۔

خضر بخار میں مبتلا تھا لہذا وہ پیدل ہی امیر کے ساتھ اس کے گھر تک آئی تھی تاہم اس کے اصرار کے باوجود پہلی بار وہ اندر آکر سستائے بغیر اپنے گھر کو چلی آئی۔

وہ تین روز بونہی دل کو جلاسنے میں گزر گئے تھے جب جو تھے روز بٹکے چلے بغیر کے باوجود وہ انہیں لینے کے لیے چھٹی سے پہلے ہی کان پٹچ گیا۔

تحریم نے دیکھا محض چند روز کے بخار نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا وہ چاہ کر بھی اپنے دل کو اس کی فکر کرنے سے باز نہیں رکھ سکی تھی شکوہ کنوں نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتا وہ شخص بے ساختہ اسے نگاہیں چرائے پر مجبور کر گیا۔

پورے ایک ہفتے بعد وہ امیر کے ساتھ اس کے گھر آئی تھی۔

میر جیوں پر قدم رکھتی تحریم کا اس نے راستہ روک لیا۔

"مجھے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔"

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی نمی اور سرنی تھی وہ نگاہ چرائی۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"کیا نہیں پتا۔"

"کچھ بھی نہیں بس ہمارے ہاں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی۔"

اس نے اپنے سوال کا جواب چاہیے تحریم ہاں یا نا۔

برخیزنے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہہ دیا کہ وہ ساری عمر شادی ہی نہیں کرے گا اور یہ جانتی تھیں کہ وہ اپنی جس بات پر اڑ جاتا ہے پھر اس سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ اسی بات نے انہیں بھی خاموشی اختیار کرنے کی راہ دکھائی تھی۔ عمرانی جگہ تڑپ کر رہ گیا تھا۔

اس کی شادی گو اس دھوم دھام سے نہیں ہوئی تھی، جس کا وہ خواہش مند تھا۔ مگر تحریم اس کی ہو گئی تھی یہ خوشی اس کے لیے کم نہیں تھی۔

خوشبوؤں بھری رات اس کے روم روم کو مٹا کر گزر چکی تھی اور اب وہ پہلو میں لیٹے اس یونانی دیوتاؤں سے نقوش رکھنے والے خوب صورت شخص کو اپنے اس قدر قریب پا کر مسکرا رہی تھی۔ ماں کی وفات کے بعد قدرت نے وہ پہلی بڑی خوشی اس کی جھولی میں ڈالی تھی اور اس کا بس نہ چلتا تھا وہ ساری دنیا کو اپنی خوشی میں شریک کر لیتی۔

شاید یہ اس کی نگاہوں کے ارتکاز کا اثر ہی تھا کہ خضر نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھول لی تھیں۔

”صبح بخیر۔“ اس کے اچانک بے دوار ہو جانے پر وہ شہر اکر جلدی سے بولی تھی، جب اس نے مندی مندی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسے پھر سے ہاتھ برہا کر خود میں سمیٹ لیا۔

”ابھی صبح کہاں ہوئی ہے، سو جاؤ۔“ خمار میں ڈوبی بھاری آواز اور اس کی گرم سانسوں کی تپش نے پھر اس کے حواس معطل کر دیئے۔ اسی اثناء میں دروازے پر زور دار دستک ہوئی تو اس نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑا لیا۔

”صبح ہو گئی ہے، اور بلاوا بھی آگیا ہے، اٹھ جائیے اب۔“ جلدی سے کہہ کر وہ بند سے اترنے لگی تو خضر نے اس کے آپٹل کا کونا تھام لیا۔

”تحریم۔“

”جی۔“ وہ اس کی پکار پر پلٹی تھی، جب وہ اٹھ کر پر شوق نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

”تئی لو، میری رات والی بات یاد ہے نا۔“

”جی۔“ وہ یاد دہانی نہ بھی کروانا، تب بھی اسے معلوم تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

دروازے پر اس کی چھوٹی نند تھی، اور انہیں باہر ناشتہ تیار ہو جانے کی اطلاع دینے آئی تھی وہ پانچ منٹ میں تیار ہونے کا کہہ کر جلدی سے واش روم میں صحن لائی اور اگلے بیس منٹ میں شاور لے کر زبردستی خضر کو اٹھاتے ہوئے واش روم میں داخل ہو گئی۔

دونوں تقریباً ”پون گھنٹے میں کمرے سے باہر آئے“ سب سے پہلے حیات احمد نے مسکرا کر وہیلیم کیلیم عافیہ اور ان کی اکلوتی بیٹی عافیہ سیال خاموشی سے لا اقلقی کا مظاہرہ کرتی ناشتہ کرتی رہی تھیں۔

وہ سب کو مشترکہ سلام کرتی، حیات صاحب کا پیار لینے کے بعد خضر کے ساتھ ہی اپنی سیٹ سنبھال کر بیٹھ گئی تھی۔

خضر نے ابھی تک اسے اپنی فیملی کے بارے میں کوئی معلومات فراہم نہیں کی تھی اسے اپنے طور پر ہی سب کچھ سمجھنا تھا۔ مسز سیال چونکہ پاکستانی تھیں اور دیہات سے تعلق رکھتی تھیں لہذا چھ سات سال انگریز میں گزارنے کے باوجود ان کی سوچ اور حرکتیں سچی ہی رہیں۔

اپنے بیٹوں، بچوں میں وہ صرف بیٹی کے زیادہ قریب تھیں۔ دونوں بیٹوں سے ان کا تعلق بہت و اجبی سا تھا۔ خضر تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد پاکستان آگیا تھا، لہذا ابھی تک اس پر کسی بھی کام کی ذمہ داری نہیں تھی، جبکہ عمر حیات سیال ایم بی بی ایس کرنے کے بعد ڈاکٹر کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دینے کا ارادہ کر رہا تھا۔ آج کل وہ پاکستان میں جانب تلاش کر رہا تھا۔

دو تین روز بونہی سب کو سمجھنے سمجھانے میں گزر گئے تھے خضر کی دیوانچی گزرتے ہر روز کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔

اس روز شادی کے پورے ایک ہفتہ بعد وہ حیات صاحب کے ساتھ آفس گیا تھا جو اسی کی ضد پر مستحق

قیام کے لیے پاکستان واپس آئے تھے اور مسز سیال کو بھی زبردستی ساتھ لے آئے تھے۔

تحریم اپنا کمرہ سنوارنے کے بعد باہر لاؤنج میں عافیہ کے پاس آکر بیٹھی تو اسے تصویروں کے بڑے ایلم میں منہمک پایا، وہ اس کی شادی کی تصاویر کے ساتھ ساتھ کچھ پرانی تصویروں کو بھی دیکھ رہی تھی، تحریم صوفے پر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

”کیا دیکھ رہی ہو عافیہ۔“ اپنائیت سے اسے مخاطب کرتے ہوئے اس نے اپنی طرف سے دوستی کا باقاعدہ آغاز کیا تھا، مگر دوسری طرف سے ایسی کوئی کوشش نہیں ہوئی تھی۔

”کچھ نہیں، میری دوست ہے لوسی، اس کی تصاویر دیکھ رہی تھی۔“

”جی۔ تمہارے ساتھ بڑھتی ہو گی۔“

”نہیں، بھائی کی وجہ سے دوستی ہوئی تھی، اصل

میں مجھ سے زیادہ وہ بھائی کی دوست ہے، ابھی تک بتایا نہیں بھائی نے آپ کو اس کے بارے میں؟“ وہ حیرانی کا مظاہرہ کر رہی تھی، تحریم کے دل میں جیسے کسی نے چکی کاٹ لی۔

”ارے۔ یہ تو قاتل ہے، لوسی نے کیا نہیں کیا بھائی کے لیے، اپنا گھر بار، ماں باپ یہاں تک کہ مذہب بھی چھوڑ دینے پر تیار ہو گئی تھی، مگر بھائی یہاں آچھنے اور

وہ بے چاری وہاں آٹھ آٹھ آنسو بہا رہی ہے، سوری تحریم، مگر کسی کے حق پر ڈاکہ ڈالنے والے لوگ کبھی خوش نہیں رہتے۔“ سنی رکھائی اور اجنبیت تھی اس کے کنبے میں، تحریم من ہی بیٹھی رہ گئی۔

یہ کیسی کہانی سنائی تھی اس نے کہ لمحوں میں پچھلے آٹھ دن کا خمار بھک سے اڑ گیا۔ خضر تو صرف اس کا تھا، اسی سے بے تحاشا محبت کا دعویٰ دار تھا، صرف اسے پانے کے لیے کیا کیا نہیں کیا تھا اس نے، پھر یہ لوسی درمیان میں کہاں سے آگئی تھی۔

شام میں وہ قدرے لیٹ آیا تھا۔ تب تک اس کا ایک ایک پل جیسے انگاروں پر لوٹنے گزرا تھا۔ عافیہ تو

آگ لگا کر بے نیاز ہو گئی تھی مگر اسے قرار نہیں آ رہا تھا۔ اس کا بس نہ چلتا تھا کہ اڑ کر خضر کے پاس چلی جائے اور اس سے پوچھے۔ ”بتاؤ لوسی کا کیا چکر ہے؟ تمہاری بہن نے کیوں کہا کہ میں نے کسی کے حق پر ڈاکہ ڈالا ہے؟“

شام میں ایک تو وہ آفس سے ہی لیٹ آیا تھا، دوسرا آفس سے آکر آدھ پون گھنٹے لاؤنج میں اپنی ماں، بہن کے پاس بیٹھا رہا، اور اندر وہ بند پر پڑی روتے ہوئے کڑھتی رہی۔ خضر کمرے میں آیا تو اسے بند پر لیٹ دیکھ کر چونک گیا۔

”تحریم۔“ اسے روتے دیکھ کر مزید جان پرہیز آئی تھی، مگر تحریم نے خضر سے رخ پھیر لیا۔

”کیا ہوا ہے یار، ایک ہی روز میں برسات شروع ہو گئی۔“ وہ اس کے آنسوؤں کو خود سے دوری پر مامور کر رہا تھا، مگر تحریم کے سوال نے اس کا خیال باطل ثابت کر دیا۔

”نہیں، آپ کے دور یا نزدیک ہونے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، مجھے صرف اتنا پوچھنا ہے کہ لوسی کون ہے اور آپ کا اس سے کیا تعلق ہے۔“ پورا چہرہ آنسوؤں سے بھگوئے ہوئے جانے کب سے رو رہی تھی۔ خضر لب بچھنے توجہ سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

”بس اسی سوال کی وجہ سے اتنے آنسو بہائے ہیں تم نے۔“

”میرے لیے یہ معمولی سی بات نہیں ہے۔“ اس کے آنسو اب سسکیوں میں ڈھل گئے تھے خضر نے نگاہوں کا رخ پھیر کر پھر سے نظریں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔

”لوسی میری دوست ہے، صرف اور صرف دوست، اگر اس سے بڑھ کر اس سے کوئی اور تعلق ہوتا تو آج یہاں تمہاری جگہ وہی بیٹھی ہوتی۔“ اس کے لیےج میں ٹھہراؤ تھا، مگر تحریم کی لہلی نہیں ہوئی۔

”نہیں، یہ جھوٹ ہے، وہ آپ پر مرتی ہے، آپ کے لیے سب کچھ چھوڑ دینے کو تیار ہے، کوئی ایسے ہی کسی کے لیے اتنا آگے نہیں جاتا، ضرور سبزی باغ تو

دکھائے ہوں گے آپ نے اسے بھی۔
 ”تم نے بھی سبزیں دکھائے تھے مجھے؟ میں بھی تو تمہارے لیے سب کچھ چھوڑ دینے کو تیار ہو گیا تھا۔“
 اس نے بڑی روشن دلیل دی تھی۔ تحریم ایک لمحے کو چپ رہ گئی۔
 ”جی نہیں“ آپ میرے لیے کچھ بھی چھوڑ نہیں رہے تھے۔“

”ضرورت پیش آتی تو چھوڑ دیتا۔“ تمہیں لہجے میں کتنا وہ بند پر اس کے پاس ہی آ بیٹھا تھا۔
 ”بس۔ اتنا سا اعتبار ہے میری محبت پر کسی نے ذرا سا کچھ کہا اور میں بدگمانیوں کے ڈھیر لگ گئے ہیں تمہیں اتنا کمزور نہیں سمجھتا تھا تحریم۔“ وہ اب شکوہ کر رہا تھا۔ تحریم آنسو پونچھتی سر جھکا گئی۔
 ”وہ تم کو تحریم میرا نام سے جو رشتہ ہے وہ دل کا رشتہ ہے اور اس رشتے کے لیے مجھے کسی نے مجبور نہیں کیا تھا۔ میرے دل میں تمہارا جو مقام ہے اس کے لیے میں کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔ لہذا پلیز دوبارہ کبھی ایسے کسی بھی فضول موضوع کو لے کر میرے کردار پر شک مت کرنا، شک محبت کی قینچی ہے اور میں تنگی عورتوں کو بالکل پسند نہیں کرتا، تمہیں میری ذات سے جو شکایت ہو مجھ سے ڈسکس کرو، مگر آج کے بعد اس گھر کے کسی فرد سے میری ذات کے بارے میں تم کچھ بھی التماس نہ کرو گی نہ سنو گی ہو کہ؟“

اس کے مقابل بیٹھا وہ پوچھ رہا تھا۔ تحریم چپ رہی۔ بھی وہ پھر بولا تھا۔
 ”ٹھیک ہے، اگر تم یقین کرنا نہیں چاہتیں تو مت کرو، میں اس کے لیے کبھی تمہیں مجبور نہیں کروں گا“ مگر ایک بات یاد رکھنا تحریم، بعض اوقات شک اور بدگمانی دیمک کی طرح رشتوں کو کھا جاتی ہے، اگر ہمارے بچے صرف تمہاری وجہ سے ایسی کوئی خلیج پیدا ہوئی تو شاید پھر نہ تم یہ فاصلے سمیٹ سکو اور نہ میں۔“
 اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔ تحریم اپنی جگہ تڑپ کر رہ گئی۔ ”اللہ نہ کرے“ کبھی ایسا کوئی وقت آئے اب

حاصل ہو گئی ہوں تو جان چھڑانے کے بدلے ڈھونڈتے رہتے ہیں یاد رکھنا خضر اگر آپ کی زندگی میں تحریم کی جگہ پر کوئی آئی تو میں آپ کا حشر نشر کر کے رکھ دوں گی۔“ وہ اس بات کی شدت کی انگلی سے اس نے ناگ رگڑی تھی۔ خضر اس کی اس اوپر غصے کے پلوند مسکرا دیا۔

”ہمت خراب لڑی ہو تم۔ کسی دن پٹ جاؤ گی مجھ سے۔“ کہتے ہی وہ بیڈ سے اٹھا تھا جب تحریم نے سرعت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
 ”سوری خضر میں وعدہ کرتی ہوں، آئندہ کبھی آپ کی محبت پر شک نہیں کروں گی بس آپ کبھی مجھ سے بے وفائی مت کرنا پلیز۔“ اس کا انداز ایسا تھا کہ بے ساختہ خضر کو اس پر ڈھیروں پار آ گیا۔ ”پاکل ہو تم اور کچھ نہیں۔“ مسکرا کر کتنا وہ پھر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔

اس روز امیر نے بھی اسے یہی نصیحت کی تھی۔ ”تحریم عورت کے لیے گھر کو صحیح معنوں میں گھر بنانا مشکل ہوتا ہے۔ سسرال والے جیسے بھی ہوں شوہر کا دل جیتنے کے لیے ان کو زیادہ نام دینے کی ضرورت ہوتی ہے، تمہیں بتا ہے نا عورت سے منسلک ہر رشتہ اس سے قربانی مانگتا ہے، کچھ کھو کر ہی تم کچھ پاسکو گی۔“ اور بس اس نے یہی نصیحت ملے سے باندھ لی تھی۔
 اسے کسی بھی صورت خضر کو خود سے دور نہیں کرنا تھا، اس کے دل سے اتر جانا تحریم کے لیے اپنی موت سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ لہذا وہ اپنی خوشیاں پانے کے لیے اس نے عارضی طور پر اپنے دل کی خواہشات کو مار لیا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا کام جو اس نے کیا تھا وہ تعلیم سے دستبرداری کا تھا، اس کے اس فیصلے پر خضر نے اس کی مخالفت کی تھی، مگر اس نے نہ ہاتھ دیا۔ وہ وقت جو تھوڑا بہت ہی سہی کتابوں پر صرف ہوتا تھا اس نے وہ بھی سسرال والوں کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔

پہلے اس کے ذمہ صرف کچن کا کام تھا اب اس نے خود اپنی خوشی سے سب کام اپنے ذمہ لے لیے تھے۔
 آج کل اس کی طبیعت ست رہنے لگی تھی پھر کافی دنوں سے اس نے سکے کا چکر بھی نہیں لگایا تھا، لہذا حسان صاحب اسے لینے آئے تھے مگر مسز سیال نے ان سے معذرت کرنا، انہوں نے جھوٹ موٹ ان سے کہہ دیا کہ خضر کی طبیعت آج کل ناماز ہے جس کی وجہ سے اس کا ہونا ضروری ہے لہذا وہ ناکام واپس چلے گئے رات میں جب خضر آنا مسز سیال جان بوجھ کر اسے اپنی طرف مصروف کر لیتیں اور اس وقت تک نہ چلے دیتیں جب تک فیند کے ہاتھوں وہ بے بس نہ ہو جاتی، اس روز بھی وہ ان کا سردیا کر اپنے کمرے میں آئی تو خضر کو اپنا ہی خنکرایا۔
 ”کل گئی فرصت۔“ اس کے لہجے میں شکوہ تھا وہ سر جھکا کر بیٹھ گئی۔

”تمہیں نہیں لگتا تحریم کہ آج کل تم میرے ساتھ زیادتی کر رہی ہو، لگتا کہ میں نے ہی کہا تھا تمہیں اپنے گھر والوں کا خیال رکھنے کے لیے لیکن یہ تو نہیں لگتا تھا کہ ان کا خیال رکھو تو مجھے سانس پڑ کر دیتا، ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں ہماری شادی کو صرف چھ ماہ اور تم نے میرے ساتھ کھانا کھانا دکھ سکھ شیر کرنا، میرا خیال رکھنا سب چھوڑ دیا۔ تمہیں بتا ہے میں نے کل شام سے کھانا نہیں کھایا صرف چائے پر گزارا کر رہا ہوں، مگر تمہیں کوئی پروا ہے؟ اپنے کپڑے تک آج کل خود پر لیں کرنا ہوں، مگر تمہیں احساس تک نہیں، پچھلے ایک ہفتے سے جب بھی آفس سے آتا ہوں یا تو تمھیں گھر سوئی ملتی ہو یا میں تمہارے کمرے میں آئے کا انتظار کرتے کرتے سو جاتا ہوں یہ سب کیا ہے؟“ وہ غصے میں آ گیا تھا، تحریم کی آنکھوں میں نمی چھلک آئی تھی۔

”سواری۔“
 ”وہاں سواری؟ تمہیں پانے کے لیے کیا نہیں کیا میں نے اور اب جب تم میری دسترس میں ہو تو

ہفت ہفت ہاتھ ہی نہیں تلتیں، میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتا۔“ وہ پھٹ پڑا تھا۔ تحریم کے آنسوؤں میں اور روانی آ گئی۔

”پھر میں کیا کروں؟ آپ کے پاس رہتی ہوں تو وہ لوگ ناراض ہو جاتے ہیں، ان کو نام دوں تو آپ کی خفگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، میں کس طرف لگوں؟“ اس کے نام لہجے میں بے بسی تھی خضر کو اپنا غصہ بیابان۔
 ”لوگ، لیکن مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ تم مجھے نظر انداز کرو۔“ اٹھ کر اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے صاف صاف کہہ دیا تھا۔ جب وہ بولی۔
 ”میں آپ کو نظر انداز کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔“

”پھر بھی کر رہی ہو۔“ اب وہ گہری نگاہوں سے اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھ رہا تھا۔
 ”نہیں، کل سے میں پوری کوشش کروں گی کہ آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو۔“
 ”آج سے نہیں۔“ اس کے ہاتھوں کا دباؤ ایک دم سے تحریم کے ہاتھوں پر بڑھا تھا۔ وہ گھبرا کر اسے دیکھنے لگی۔

”نہیں آج میں مت تھک گئی ہوں۔“
 ”لوگے۔“ کچھ لمحوں تک اس کے چہرے پر دیکھتے رہنے کے بعد اس نے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے ہٹا لیے تھے اس کا خیال تھا کہ تحریم اس کی خفگی محسوس کر کے بالآخر اس کے سامنے ہتھیار پھینک دے گی، مگر اس وقت اسے شدید حیرت ہوئی جب وہ اس کی خفگی کی پروا کیے بغیر آرام سے لحاف میں دبک کر سو گئی۔ یہی نہیں بلکہ اگلے روز اسے پھر خود سے بے دار ہونا پڑا تھا، اپنے معمول کے عین مطابق وہ کمرے سے عتاب تھی، البتہ آج اس کے کپڑے ضرور پر لیں کیے رکھے تھے وہ شاور لے کر بے دلی سے تیار ہونے کے بعد نیچے آیا تو تحریم کچن میں مصروف تھی اور عمر کو ناشتا کروا رہی تھی۔

وہ ناشتا کیے بنا ہی آفس چلا آیا تھا اور یہ آج پہلی بار ہوا تھا شاید یہ رات کی خفگی کا اثر تھا یا نظر اندازی کا

احساس بڑھ جانے کا مگر اس نے خود سے ضد باندھ لی تھی کہ وہ تحریم کو اس کی زیادتی کا احساس دلا کر رہے گا۔ اسی لیے آفس پہنچ کر وہ تحریم کی کال کا انتظار کرتا رہا۔ اسے یقین تھا کہ سب کو ناشتا کروانے کے بعد جیسے ہی اسے احساس ہوگا کہ وہ ناشتا کیے بغیر گھر سے نکل آیا ہے وہ ضرور فون کرے گا اس سے ایکسکیوز کرے گی اور اسے گھر ناشتے کے لیے بلائے گی۔

رات وہ نیند اور تحسین سے بے حال تھی اس لیے وہ برداشت کر گیا تھا مگر اب دل اپنی ضد پر اڑ گیا تھا اس کے کان فون کی بیل پر ہی تھے تھے جب بھی بیل بجتی وہ پہلی ہی تحسین پر رہیوٹ اٹھ لیتا مگر وہ سری طرف تحریم کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی کوفت بڑھ جاتی۔ وہ سر میں کوئی ساڑھے بارہ بجے کے قریب جب وہ فون اٹھا اٹھا کر تھک گیا تب اس کے پرستل سیل پر اس کی کال آئی تھی اور وہ جو اس کی طرف قطعی مایوس ہو گیا تھا جیسے پھر سے جی اٹھا۔

”ہیلو“۔ آواز میں بھاری پن کے ساتھ ساتھ خفگی بھی تھی۔ تحریم ایک دو سیکنڈ تک بول ہی نہ سکی۔ ”اب بولو بھی کال کر لی سے تو کچھ کہہ بھی دو۔“ وہ اس کی چپ سے چڑا تھا۔ ”بھی وہ گڑبڑا کر بولی۔“ ”وہ“۔ ”مہم میں یہ کہہ رہی تھی کہ آپ نے آج صبح ناشتا کیوں نہیں کیا۔؟“ اسے احساس ہو گیا تھا۔ خضر نے پشت سیٹ سے نکالتے ہوئے سکون بھرا سانس بھرا۔

”تمہیں میرے ناشتا کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق پڑتا ہے؟“

”تو پھر؟ کیا کروں اب۔؟“ اب اس کے لہجے میں سکون کے ساتھ ساتھ شرارت بھی تھی۔ وہ پھر پزل ہو گئی۔

”ناشتا کر لیں اور کیا کرنا ہے۔؟“ ”تم کرواؤ گی تو کروں گا۔“ دل اس کی رات والی زیادتی بھلائے اب نئے تقاضوں پر تھکا تھا۔ تاہم اس سے پہلے کہ تحریم اسے جواب دیتی مسز نیال نے اسے

تواؤ دے دی۔ ”اچھا“ میں آپ کو بعد میں کال کرتی ہوں، ابھی انی بلاری ہیں۔“ اس کے جذبات و احساسات کی پروا کیے بغیر وہ بنا اس کی بات سننے پٹ سے فون رکھ کر رابطہ منقطع کر گئی تھی جس پر ایک مرتبہ بھڑوہ جل کر رہ گیا۔ ”اسنو پین۔“ سیل فون خفگی سے خیل پر پھینٹتے ہوئے وہ لب بچھڑ کر محض یہی کہہ سکا تھا۔

رات میں وہ آفس سے گھر آیا تو اس کا مہوڑا اچھا خاصا خراب تھا۔ گھر میں مہمان آئے تھے اور تحریم ان کی خاطر مدارات میں لگی ہوئی تھی۔ خضر کو اپنے سر میں شدید تکلیف کا احساس ہوا لہذا مسز نیال اور مہمانوں کو سلام کرنے کے بعد وہ چپکے سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اسے یقین نہیں مگر گمان ضرور تھا کہ وہ اس کے جلد آنے اور چپکے سے اٹھ کر کمرہ نشین ہو جانے کی وجہ پوچھنے ضرور آئے گی مگر اس کا گمان حقیقت نہ بن سکا۔

وہ بے چینی سے کروٹ پ کروٹ بدلتا رہا اور نیچے تحریم کھانا بنانے کے بعد اب اسے خیل پر لگانے کی تیاری کر رہی تھی صبح سے اسے چکر آ رہے تھے اور وہ بھی خراب ہو رہا تھا۔ دو تین بار واش روم میں سے کر کے بھی آئی تھی مگر کسی کو بتایا نہیں تھا کہ مہلہ کوئی اسے یہ نہ کہہ دے کہ وہ کام سے بچنے کے لیے ڈرامہ کر رہی ہے۔

رات گئے تک مہمانوں کو فارغ کر کے وہ کمرے میں آئی تو خضر آنکھوں پر بازو دھرے چت لینا جانے یا سوچ رہا تھا۔

”خضر۔“ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی مگر پھر بھی بید پر اس کے قدموں کے قریب تلے ہوئے اس نے آہستہ سے اسے پکارا تھا۔

”ہو۔۔“ ”کھانا لاؤں آپ کے لیے“ صبح آپ نے ناشتا بھی گھر نہیں کیا تھا۔ ”تو۔؟“ اب کے اس نے بازو آنکھوں سے ہٹائے تھے۔

”تو۔ کچھ نہیں، پلیز کھانا کھالیں، آپ کی وجہ سے میں نے بھی صبح سے کچھ نہیں کھایا۔“ اس کے بازو ہٹاتے ہی اس نے پھر سر جھکایا تھا۔ خضر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”مجھے بھوک نہیں ہے، اگر تمہیں لگ رہی ہے تو کھاؤ۔“

”آپ کو بھوک کیوں نہیں ہے؟ کیا باہر سے ڈنر کیا ہے؟“ ”نہیں، تمہیں اچھی طرح پتا ہے کہ میں باہر کچھ نہیں کھاتا اس کے باوجود مجھے بھوک نہیں ہے۔“ ”کیوں نہیں ہے؟ کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں۔؟“ وہ ضرورت سے زیادہ مقصوم اور بے وقوف لگی خضر لب بچھڑ کر رہ گیا۔

”نہیں، مجھے کیا ضرورت ہے تم سے ناراض ہونے کی؟ دن رات تم میرے گھروالوں کی خدمت کر رہی ہو، میرے گھر آئے مہمانوں کی خاطر داری کر رہی ہو میں تو تمہارا شکر گزار ہوں، بہت بڑا احسان ہے تمہارا مجھ پر واقعی تم نے غلط کر دیا ہے کہ تم مجھ سے بہت پیار کرتی ہو۔“ اس کے لہجے میں پیش تھی۔ تحریم اسے دیکھتی رہ گئی۔

”خضر سوری، مجھے پتا ہے آپ مجھ سے ناراض ہیں، مگر مجھے مہانا نہیں آتا، پلیز پوچھنی مان جائیں۔“ ”سوچو جو چپ کر کے“ مجھے خند آ رہی ہے۔“ اس کے الفاظ نے اسے مزید تپا دیا تھا، تحریم بے بسی سے لب چل کر رہ گئی۔

آج کل وہ کتنی مشکل میں تھی۔ صرف اور صرف اس شخص کے لیے جو اپنی ضد پر صرف اپنی خوشی کے لیے اسے اس گھر میں اپنا نام دے کر لایا تھا وہ کسی صورت اسے اپنے انتخاب پر پشیمان ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ پچھلے دنوں مسز نیال نے معمول پایا تھا وہ جیسے ہی آفس سے آکر ان کے پاس بیٹھتا وہ شرمناک ہو جاتی تھی۔

”تم نے تو آفس سنبھال لیا ہے خضر، کوئی قانون کھانا اپنی دین کو بھی سمجھاؤ، جسے کمرے کے سا اور

کوئی چیز سوچتی ہی نہیں، تمہاری ضد پر اگر میں اسے اپنے گھر میں لے آتی ہوں تو اسے یہ میری شکست نہ سمجھے، چار رشتے دار ہیں ہمارے، ملنے جلنے والے ہیں، سمجھاؤ اسے، اب توڑا نام اس گھر کو دینا بھی سیکھے، بہت لاڈ چار جتا لے، اب اپنی ذمہ داریاں بھی سنبھالے، مجھے ایسی ہو قبول نہیں جو سارے دن میرے بیٹے کے کھنٹے سے لگی بیٹھی رہے۔“ صد شکر کہ یہ سب انہوں نے خضر سے کہا تھا اس کے ابو سے نہیں، ورنہ وہ تو اپنے گھروالوں کے سامنے لگاؤ اٹھانے کے قابل ہی نہ رہتی۔ اسی روز سے خضر کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ آئندہ مسز نیال کو کسی بھی طرح کی شکایت کا موقع نہیں دے گی۔ اسے یہ ہرگز پسند نہیں تھا کہ خضر دن بھر آفس سے تھک کر گھر آئے تو اس کی ماں اس کی وجہ سے اسے ذہنی طور پر اور پریشان کر کے رکھ دے مگر اس کی یہ کوشش بھی بے کار نہ تھی۔ وہ اب بھی اس سے خوش نہیں تھا۔

”اب دو کیوں رہی ہو؟ میں نے کچھ کہا ہے کیا۔؟“ اس کے رونے پر وہ تپ کر اس کی طرف پلٹا تھا جواب میں وہ اور شدت سے رو پڑی۔ خضر کو اپنے سر میں اور شدت سے تکلیف کا احساس ہوا تھا۔ ”تحریم پلیز چپ کر جاؤ نہیں تو میں تمہیں کھڑکی سے اٹھا کر نیچے پھینک دوں گا۔“

”پھینک دیں، میں خود بھی یہی چاہتی ہوں۔“ روتے ہوئے اسے بھی غصہ آیا تھا۔ وہ خفگی اور غصے کے باوجود اس کے الفاظ پر دھیسے سے مسکرا دیا۔ ”یہ اچھی شرافت ہے، زیادتی میرے ساتھ ہو رہی ہے، نظر انداز مجھے کیا جا رہا ہے اور غصہ تمہیں آ رہا ہے۔“

”میں کون ہوتی ہوں غصہ کرنے والی میں اسی لیے یہ شادی کرنے کے حق میں نہیں تھی، مجھے پتا تھا میرے ساتھ ایسا ہی کچھ ہوگا، ان چابی ہو اگر بیٹے کی پسند ہو تو اسے سرال میں اپنا مقام بنانے کے لیے اپنے ہی مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے، آپ کو اپنا دکھ

ہے میری کوئی پروا نہیں جب آپ کھانا نہیں کھاتے تو میں بھی نہیں کھاتی پچھلے دو روز سے اتنی طبیعت خراب ہے آج دوبارہ واش روم میں گر گئی تھی آپ کو کوئی خیال ہے میرا انہی ساری زیادتیاں یاد رہتی ہیں اور میری کسی مجبوری کا کوئی خیال نہیں۔" غصے میں ہی سہی مگر پہلی بار خضر نے اسے اس طرح سے کھل کر بولتے سنا تھا۔ کتنا غبار جمع تھا اس کے اندر وہ خوب توجہ سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرا رہا۔

"اوکے سواری ٹیکس گر کیوں گئی تھیں تم اور یہ کھانا کس خوشی میں نہیں کھا رہی ہیں؟" اسے اس لمحے اس پر بے ساختہ پیار آیا تھا۔

تحریم نے بائیں ہاتھ کی پشت سے اپنی بھیگی پلکیں صاف کر لیں۔

"ہاں نہیں پچھلے دو تین روز سے بھوک ہی نہیں لگ رہی۔"

"بیٹا کیوں نہیں چلو اب انٹو بچن میں مل کر اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔" اس کے لیے اس کا پیار پھر جاگ اٹھا تھا۔ تحریم خاموشی سے اٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑی۔

خضر کی شادی کے فوراً بعد مسز سیال کو عمر کی شادی کی ضد ہوئی۔ وہ تحریم کے مد مقابل اپنی پسند کی سولا کر اپنے گھر میں اس کی اہمیت واضح کرنا چاہتی تھیں۔ مگر عمر تھا کہ کسی طور نہیں مان رہا تھا۔ خضر کی شادی کے بعد اس کے مزاج اور عادات میں واضح تبدیلی دیکھنے کو ملی تھی۔ اب زیادہ وقت اپنی تعلیم کو دیتا تھا۔ انگلینڈ سے پاکستان بھی وہ صرف سیال بیگم کے مجبور کرنے پر آیا تھا۔ تاہم پاکستان آنے کے بعد جب اس نے تحریم کو خضر کے ساتھ خوش دیکھا تو اس نے اندر سر پڑی آگ پھر سے زور پکڑ گئی۔ دن رات نگاہوں کے سامنے اسے کسی اور کے حوالے سے دیکھنا بڑا کڑا امتحان تھا اس کے لیے۔ لہذا بہت زیادہ دن تک وہ یہ کک

برداشت نہ کر سکا اور اس کے ذہن نے حقیقی سوچنا شروع کر دیا۔ محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے یہی بات ہمہ وقت اس کے ذہن میں گھومتی رہتی تھی۔

مسز سیال اور عانیہ اس کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی تھیں اور وہ اور ہی منصوبے بنا رہا تھا۔ حیات خضر کو ضروری پرنس میننگ کے لیے انگلینڈ بھجوا رہے تھے اور لوہر تحریم پریشان ہو گئی تھی۔ اس کا دلایہ یہ سوچ کر ہی شل ہو رہا تھا کہ وہاں انگلینڈ میں لوسی ہوگی جو عانیہ کے بقول خضر پر جان دیتی تھی مگر اس نے دوبارہ خضر کو اپنی طرف ساٹل کر لیا تو وہ کیا کرے گی؟ خضر کے بغیر جینا اب اسے ایک بل کے لیے بھی گوارا نہیں تھا۔ مگر مصیبت یہ تھی کہ وہ اسے روک بھی نہ سکتی تھی کیونکہ اس پہلی جنگ کے بعد وہ دوبارہ کبھی اس پر شک نہ کرنے کا وعدہ کر چکی تھی۔

وہ ان لوگوں میں سے تھی جنہیں ایک بار نصیحت کرنے کے بعد کچھ سمجھانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ لہذا اس نے جب چاہا خضر کو انگلینڈ روانہ کر دیا۔ امیر کی رخصتی ہو چکی تھی لہذا اس مسئلے پر اس سے مزید بات بھی التوا کا شکار ہو گئی۔ اپنی الجھن اور ذہنی پریشانی میں وہ خضر سے وہ بات بھی شیر نہیں کر سکی تھی جو گھر میں سب سے پہلے اسے بتانے کی شدید خواہش مند تھی۔

اس کے جانے کے بعد تحریم کی طبیعت مزید بوجھل رہنے لگی تھی۔

وہ ہزار کوشش کرتی مگر پھر بھی ذہن خضر اور دوسری باتوں کے خیال سے باز نہیں آتا تھا۔ اسے جب کبھی فرصت ملتی وہ اسے چیک کرنے کے لیے کہہ لیتی کہ کس لوسی کے ساتھ تو مصروف نہیں اسے گھر کے نمبر سے مس بل دیتی رہتی وہ جواب میں کل بیک کرنا تو سادگی سے کہ

دیتی کہ آپ کی یاد آ رہی تھی۔ جس پر وہ بے حد مسرور ہو کر فون پر ہی اسے ڈھیروں پیار کر ڈالتا۔

اس روز سنڈے تھا اور مسز سیال عانیہ کے ساتھ اپنی کسی دوست سے ملنے گئی تھیں۔ چھٹی کے باعث عمر گھر پر تھا اور لان میں بیٹھا بلکی بلکی دھوپ سینکتے ہوئے اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا جب وہ صفائی سے فارغ ہو کر چائے کے دو کپ لیے خود بھی وہیں چلی آئی۔

"ٹھیکس ہاں نہیں خضر نے اپنی زندگی میں کون سی شے کی ہوگی کہ اسے آپ جیسی لڑکی مل گئی ہو؟" عمر نے لڑکی کو دیکھ کر آجانی تو ہانک جاتا۔ "اپنا کپ تمام کر سلا سب لیتے ہی اس نے کمٹنس جاری کیے تھے وہ پلاہر دھیسے سے مسکرا کر اس کے مقابل ہی کرسی پر ٹک گئی۔

"عمر میں بت دنوں سے آپ سے کچھ پوچھنا چاہ رہی تھی۔" وہ عمر میں اس سے بڑا تھا۔ لہذا بالی سب لوگوں کی طرح وہ اس کا بھی احترام کرتی تھی۔ عمر اس کے لیے بوجھل کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"جی نہیں۔"

"وہ آپ تو خضر کے ساتھ ہی رہے ہیں۔" وہاں جو لڑکی ہے لوسی میرا مطلب ہے انگلینڈ میں اس کا خضر کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ عمر نے بغور اس کے چہرے پر بکھری الجھن کو دیکھا پھر نگاہ جھکا کر کپ کے کنارے پر اپنی پھیرتے ہوئے بولا۔

میرا خیال ہے یہ سوال آپ کو خضر سے پوچھنا چاہیے تھا۔

"مجن سے نہیں پوچھ سکتی۔" بہت دھیسے لمحے میں کہہ کر وہ پھر سر جھکا گئی تھی۔ عمر کے لبوں پر پھینکی سی مسکراہٹ بکھرنی۔

"موسی خضر کی دوست ہے بہت قریبی دوست۔" وہاں نے اکٹھے ایک سی یونیورسٹی میں پڑھا ہے جنہاں تک میرا خیال ہے خضر اس سے شادی کرنے والا تھا۔ عمر دونوں میں کوئی جھگڑا ہو گیا تو وہ یہاں چلا آیا اور یہاں اسے آپ پسند آئیں۔ لہذا آپ سے شادی ہوگئی۔ اب ان دونوں کے بیچ کیا معاملہ ہے میں کچھ

نہیں کہہ سکتا۔" اس کے الفاظ عانیہ سے مختلف نہیں تھے۔

"کیا اب وہ لوسی کی وجہ سے انگلینڈ گئے ہیں؟" عمر نے دیکھا اس کے لہجے میں لرزش اور چہرے پر اضطراب تھا وہ چپکے سے نگاہ پھیر گیا۔

"ہاں نہیں شاید ایسا ہی ہوا اصل میں بیٹا مجھے بھیج رہے تھے مگر اس نے کہا کہ اسے وہاں کوئی ضروری کام ہے اس لیے میں پیچھے ہٹ گیا ہاں شروع میں جب میں نے آپ کو دیکھا تھا تو مجھے خاصی حیرانی ہوئی تھی یہ دیکھ کر کہ اتنی پیاری ساداسی لڑکی یہ جاننے کے باوجود کہ اس کا شوہر کسی اور پر فدا ہے کیسے اس سے شادی کے لیے رضا مند ہو سکتی ہے جبکہ اس کے سسرال میں اسے وہ مقام بھی نہیں مل رہا جس کی وہ مستحق ہے اگر خضر کی جگہ میں ہوتا تو بھی اپنی وائف کو اپنی وجہ سے اتنی مشکلات کا شکار نہ ہونے دیتا۔" اس کی نظریں تحریم کے چہرے پر جمی تھیں اور وہ دیکھ سکتا تھا کہ اس کے الفاظ اس کی آنکھوں میں دھول بکھیر رہے ہیں۔ تحریم خود کو اس کے سامنے روکنے سے نہ روک سکی۔

"سواری تحریم یہ سب کچھ آپ سے ڈسکس کرنے سے میرا مقصد آپ کو رونا ہار گز نہیں تھا اصل میں میری اور خضر کی طبیعت میں بہت فرق ہے کم از کم محبت کے معاملے میں میں منافقت پسند نہیں کرتا۔ اسی لیے شادی نہیں کر رہا۔" اس کی چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

تحریم کے لیے اپنے نوٹے ہوئے اعتبار کی کڑیاں چننا اور اپنا درو ضبط کرنا دشوار ہو گیا۔ عانیہ کی طرح وہ بھی اسے بھابھی نہیں کہتا تھا اور کیوں؟ وہ یہ سمجھنے سے بھی قاصر تھی۔

"آپ اس گھر میں میری ذات کو اپنا واحد خیر اندیش جان سکتی ہیں تحریم اپنا کوئی بھی مسئلہ پریشانی بلا جھجک مجھ سے شیر کر سکتی ہیں بس یہ خیال رکھیے گا کہ میں جو کچھ بھی آپ کو سمجھاؤں وہ آپ اپنے تنگ سی محدود رکھیں گی اصل میں یہ مودی فطرت ہے کہ جب اس

میں بڑی تھی۔

”وہ اپنے کمرے میں ہوں گی میں تو لان سے اٹھ کر آیا ہوں۔ کیوں خیریت۔؟“

”بلی یا خیریت ہی ہے بس یونہی ابھی تھوڑی دیر پہلے دل چھڑایا تو میں نے سوچا چلو اس کی آواز سن لوں پتا نہیں فون کیوں نہیں اٹھاری؟ امی اور عانیہ کہاں ہیں۔؟“

”وہ تو بلو آئی کے گھر مئی ہیں صبح سے بھابھی شاید واش روم میں ہوں گی“ امی نے فون نہیں اٹھایا ہوگا۔

میں دیکھتا ہوں جا کر شاید سوری ہوں۔

”نہیں۔ میں پھر کر لوں گا“ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی رات اب پتا نہیں کیسی ہے؟

”اب بالکل ٹھیک ہیں“ آپ گھر نہ کریں تھوڑی دیر پہلے ہم نے اکٹھے ہی چائے پی ہے۔ اس کے گھر پر فوراً وضاحت دیتے ہوئے وہ بولا تھا جب خضر نے کہا۔

”اچھا چلو وہ جاگ جائے تو اسے میرے فون کا پتا دنا میں شام میں پھر کل کر لوں گا۔“

”ٹھیک ہے بتاؤں گا“ آپ اپنا خیال رکھیے مجھ اپنے مخصوص دھیمے گیت میں کہہ کر اس نے ریموڈ کر ڈیل پر ڈال دیا تھا۔ اندر کمرے میں تحریم اب بھی تکیہ بانہوں میں دبائے سسکیاں بھر رہی تھی۔

صبح تحریم جب ناشتہ تیار کر رہی تھی تب وہ شور لے کر کچن میں ہی چلا آیا تھا۔

”تحریم۔۔۔ رات خضر کا فون آیا۔؟ کہہ رہا تھا۔؟“ اسے توقع نہیں تھی کہ عمار اس سے یہ سوال پوچھے گا۔ مگر بھر بھی وہ برٹ ہوئی تھی۔

”کچھ نہیں“ رات میں فون نہیں آیا تھا اس کا۔

”کیوں۔؟“ میرا مطلب ہے اس نے خود مجھ سے کہا تھا کہ وہ رات میں فون کرے گا۔

”مگر اس نے فون نہیں کیا یاد نہیں رہا ہو گا۔“ اس موضوع کو ڈسکس کرنے سے بچتا چارہ رسی تھی

کی عورت اس سے اس کی بے وفائی بے نیازی کا گلہ کرتی ہے تو وہ اسے ستانے کے لیے اور زیادہ کلام کرتا ہے جو اسے پسند نہیں ہوتا اس لیے اب آپ نہ اس کے سامنے روئیں گی نہ کسی بات کا کوئی گلہ کریں گی بلکہ کوشش کیجیے گا کہ اس کے سامنے آپ خود کو خوش اور بے نیاز ظاہر کریں تب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور واحد یہی حربہ اسے اس کی دوست سے دور کر سکتا ہے۔ کسی استاد کی طرح اس کی برین واشنگ کرتے ہوئے وہ بے حد سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا تحریم اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں لگاں دھیرے سے اثبات میں سر ہلا کر وہاں سے اٹھ آئی۔ اندر جگر جیسے کٹنے لگا تھا۔

کتنا بڑا قریب کیا تھا اس شخص نے اس کے ساتھ! تن من دھن سے اپنا بنا کر اب اسے آنسوؤں کے سمندر میں دھکیل دیا تھا۔ وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھٹک کر کے بند کر گئی تھی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔ کتنا مشکل تھا اس شخص کو تصور میں بھی کسی اور کے ساتھ شیئر کرنا کہ جس کی محبت اب لوہن کر اس کی رگوں میں دوڑ رہی تھی۔

”نہیں خضر“ آپ میرے سوا کسی اور کے نہیں ہو سکتے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں۔“ نیچے کو بانہوں میں دبائے وہ سسکتے ہوئے جیسے خضر کو اپنے مقتل پارہی تھی عین اسی لمحے فون کی بیل بجی تھی اور اس نے بند کے ساتھ ہی رکھے سیٹ کی سی ابل آئی پر اس کا نمبر بھی دیکھ لیا تھا مگر اس وقت وہ فون اٹھا کر اس سے بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی سو بے نیاز پڑی روٹی رسی اور اوپر فون بج بج کر خود ہی بند ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر لاؤنج کے فون کی بیل ہوئی تو عمر کو لان سے اٹھ کر لاؤنج میں آنا پڑا۔

”ہیلو۔“ دوسری طرف وہ قدرے بے قرار تھا۔

”جی السلام علیکم۔“ اس کی ہیلو کے جواب میں عمر نے گلا صاف کر کے خامے رساں سے کہا۔

”وعلیکم السلام“ تحریم کہاں ہے؟“ وہ شاید روڈ پر تھا جہی دوسری طرف سے ہلکے پھلکے شور کی صدا لگن

مگر عمر نے ایسا نہیں ہونے دیا۔

”آپ کتنی ہیں تو شاید ایسا ہی ہو مگر حقیقت میں وہ جو کہہ رہا ہے سچی بھولتا نہیں“ آپ پتا نہیں کس دنیا میں رہتی ہیں اب دیکھ لیجئے گا۔ وہ سارا قصور آپ کا ٹھل دے گا اپنی پوزیشن صحیح رکھنے کے لیے وہ کہہ دے گا کہ اس نے فون کیا تھا مگر کسی نے اٹینڈ نہیں کیا یا یہ کہ کل ہی نہیں جاری تھی جانتا ہے تاکہ آپ بہت سادہ ہیں آسانی سے اپنا قصور ہی مان لیں گی میں اپنے بھائی کا دشمن نہیں ہوں تحریم بس میرا دل اس ظلم پر کڑھتا ہے جو آپ پر یہاں اس گھر میں ہو رہا ہے۔

”بہت پچھتی سی ہنسی کر اس نے سر جھٹک دیا تھا جب وہ اس کی طرف رخ پھیرتے ہوئے بولی۔

”تو میں کیا کر لوں؟ کوئی اگر آپ سے بے وفائی کرنے کی ٹھان لے تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟ اگر آپ کی تقدیر میں کاتب تقدیر نے دکھ لکھ دیے ہوں تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟ کوئی اپنی تقدیر سے لڑ تو نہیں سکتا۔“

”ہاں لیکن اپنی تقدیر کو اپنے ہاتھوں سنوار ضرور سکتا ہے۔“ اس کے رونا نے آند اور پر اس نے فوراً دل لہجے میں جواب دیا تھا۔

”کس چیز کی کہی ہے آپ میں صورت سیرت، سلیقہ سب کچھ ہے آپ کے پاس پھر کیوں گھٹ گھٹ کر جنیں آپ۔؟ میں نہیں جانتا کہ میرا آپ سے کیا تعلق ہے مگر حقیقت یہی ہے تحریم کہ میں آپ کو دیکھ کر نہیں دیکھ سکتا اگر آپ واقعی خوش رہنا چاہتی ہیں تو پھر پلیز فون کیجئے جو میں آپ سے کہتا ہوں دیکھ لیجئے گا یہی آپ ہوں گی اور یہی میرے سب گھر والے سب آگے پیچھے نہ پھریں تو کہنا کیا آپ میرے ظلم پر شک کر سکتی ہیں۔؟“

”نہیں۔“ آنسو بھری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا تھا۔ غلب میں وہ مشکور تھا کہ وہاں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے میرے سے مسکرا دیا۔

”تھینکس۔“

صبح ناشتے کے بعد اس نے کسی کلام کو ہاتھ نہیں لگایا تھا وہ پھر میں سسزیال کے کونے شروع ہوئے تو اس نے صاف کہہ دیا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے لہذا وہ کام نہیں کر سکتی ۴ نہیں تو جیسے چکر اٹھایا تھا اس کی بات سن کر کہتے بدلے ہوئے روکھے لہجے کے ساتھ قطعی بے خوفی سے جواب دیا تھا اس نے؟ کہ لہجہ بھر کے لیے تو وہ چپ کی چپ روئی تھیں۔

اب بھی وہ عمر کے ساتھ کمرے میں تھی ان کے کچے پر چھریاں چلا رہی تھی۔ خضر کی کل آنے سے پہلے اس نے عمر سے کہا تھا۔

”عمر۔ میرے خیال میں یہ سب ٹھیک نہیں ہے“

خواتین ڈائجسٹ

کی طرف سے
بہنوں کیلئے خوبصورت، دل

یہ گلیاں یہ چوہارے

فائزہ افتخار

قیمت۔۔۔۔۔ 250/- روپے

اک نکتہ ایمان

سعدی حمید چودھری

قیمت۔۔۔۔۔ 250/- روپے

منٹوانے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37- اردو بازار، کراچی۔

ابی آپ کی مجھ سے ہم رومی کو غلط رنگ دے رہی ہیں مجھے یہ سب پسند نہیں وہ لاکھ بے وفائی کرے مگر میں تن من و حن سے صرف اسی کی ہوں میں نے اب تک اسے اس تبدیلی کے بارے میں بھی نہیں بتایا جو میں پچھلے چند روز سے اپنے اندر محسوس کر رہی ہوں۔ میرا خیال ہے جب اسے یہ پتا چلے گا کہ وہ کیا بننے والا ہے تو اسے سب کچھ بھول جائے گا موی بھی۔" قدرے تنجکتے اور شرماتے ہوئے اس نے وہ بات بھی عمر کو بتا دی تھی جو سب سے پہلے وہ خضر کو بتانا چاہتی تھی تاہم وہ دیکھ نہیں سکی کہ اس کی بات نے عمر کے چہرے پر کسی بے گلی سی بکھیر دی تھی۔ اپنا اضطراب ضبط نہ کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے اگر آپ سمجھتی ہیں کہ آپ صحیح نہیں کر رہیں تو پھر فیسی آپ کی مرضی میں تو صرف آپ کی مدد کر سکتا ہوں زبردستی آپ کو اپنی بات ماننے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا۔"

ابھی اس نے بات مکمل کی تھی کہ فون بج اٹھا تھا جسے اس کے ریسیو کرنے سے پہلے باہر لاؤنج میں مسز سیال اٹینڈ کر چکی تھیں مگر انہیں لائن کلینر نہیں ملی تھی اس نے دوبارہ کیا تو عمر نے لاؤنج والے فون کا پلگ نکال دیا۔

"خضر تحریم سے بات کرنا چاہتا ہے آپ بعد میں بات کر لیجیے گا۔" سیال بیگم اس سے دقتی تھیں لہذا غور کر چپ ہو رہیں۔

"ہیلو" خضر کی ہیلو کے جواب میں اس نے بھرپور اعتماد سے ہیلو کہا تھا جب وہ بولا۔

"کہاں ہو یا رجب بھی فون کرو ملتی ہی نہیں ہو مانا کہ مصروف رہتی ہو مگر اتنی بھی کیا مصروفیت کہ شوہر سے بات کرنے کا وقت نہ ملے۔" وہ گلہ کر رہا تھا تحریم تنہی سے ہنس دی۔

"واپس کب آرہے ہیں آپ ایک ہفتے کا کہا تھا کل نواں دن شروع ہو رہا ہے۔"

"اچھا برا حساب رکھا ہوا ہے بس آ رہا ہوں یا رجب ایک ہفتہ شاید اور لگے اصل میں لوسی کی بس مارے

کی شادی ہو رہی ہے بلانے کا تھا ان کی طرف سے میں ہی یہ تقریب بننا کر اجاڑوں خیر تم یہ بتاؤ طبیعت کیسی ہے تمہاری۔" وہ جلدی جلدی بول رہا تھا سانس بھی پھولی ہوئی لگ رہی تھی۔

"ٹھیک ہوں آپ کی توازن ٹھیک نہیں آ رہی پھر بعد میں بات کرتے ہیں۔"

"اوکے اوکے اللہ حافظ۔" اس کے لیے کی فنی محسوس کیے بغیر بنا محبت کے کلمات کے اس نے فون رکھ دیا تھا پہلی بار وہ شاید اس سے بھی زیادہ جلدی میں تھا۔ تحریم ریسیو ہاتھ میں پکڑے پکڑے جیسے اندر سے کٹ کر رہ گئی۔

"تحریم آرہو اوکے۔" اس کی آنکھ سے جوش آنسوؤں کے دو شفاف قطرے لڑھک کر گاولں تک آئے وہ پریشان ہو کر اس کے قریب چلا آیا۔ جواب میں اس نے فوراً اپنی آنکھیں رگڑ لیں۔

"ہاں آپ شاید ٹھیک سی کہتے ہیں میں خود ہی اپنی دشمن ہوں۔" وہ چپ رہا تھا اس وقت وہ اس سے کچھ کہنے کی پوزیشن میں تھا بھی نہیں۔

خضر نے جس وقت بتا کسی کو پتائے گھر کی ویلیر کے اندر قدم رکھا شام ڈھل رہی تھی۔ سامنے ہی ان میں عمراور تحریم اسکاوش میل رہے تھے وہ ٹھنک کر رکا تھا۔ پرسوں صبح ہی مسز سیال نے اسے تحریم کے بارے میں بہت سی عجیب و غریب باتیں بتائی تھیں جنہیں سن کر ہی وہ سب کام لو حورے چھوڑ کر پہلی فرست میں پاکستان چلا آیا تھا۔ عمر کی نگاہ اس پر پڑی تھی اور اس نے فوراً ٹھیل روک دیا تھا۔

"اسلام علیکم سربراہز دینے کی عادت نی نہیں آپ کی۔" مسکرا کر اس کی طرف جوتے ہوئے اس نے گرم جوشی کا اظہار کیا تھا مگر تحریم کی آنکھوں میں اسے اتنے دنوں کے بعد دیکھ کر بھی کوئی جھنجھٹ نہیں چکا تھا اسے دھچکا سا لگا۔

عمر سے مل کر اس نے سرسری سی نگاہ پھر اس پر ڈالی

تھی جو سر جھکائے کسی مجرم کی طرح خاموش کھڑی اسے اتنے دنوں کے بعد دیکھنا بھی گوارا نہیں کر رہی تھی۔

"کیسی ہو تحریم؟" بلا خراس نے خود ہی پہل کی تھی جواب میں ایک لمحے کے لیے سراٹھا کر دیکھا۔

"ٹھیک ہوں آپ تو جمعہ کو آرہے تھے۔"

"ہاں جمعہ کو ہی آنا تھا مگر کل رات طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی اس لیے چلا آیا تمہیں خوشی نہیں ہوئی۔" عمر کو میسر فراموش کیے وہ صرف اسے دیکھ رہا تھا مگر تحریم کوئی جواب دینے بغیر اسے ایک نظر دیکھ کر اندر لاؤنج کی طرف بیٹھ گئی۔

وہ ست رومی سے قدم اٹھاتا اندر آیا تو کچن میں سیال بیگم کو رات کے کھانے کی تیاری کرتے دیکھ کر پھر حیران رہ گیا۔

"اے! اپنا بیگ لاؤنج میں ہی پھینک کر دو کچن تک آیا تھا۔ جب بڑی کافی مسز سیال چونک کر پلٹے ہوئے اسے سامنے کر مسرور ہوا نہیں۔

"کیا میرا چٹا ہے؟ ابھی تمہیں ہی یاد کر رہی تھی میں۔" اسے یاد کرتے ہوئے وہ خاصی پر جوش لگ رہی تھیں۔ خضر نے ان کے دونوں ہاتھ تمام کے چوم لیے۔

"پہلے کیا کر رہی ہیں آپ؟ کسی چیز کی ضرورت تھی تو تحریم سے کہہ دیتیں۔" اس کا منہ غضب ہو گیا تھا تحریم دباں نہیں تھی شاید ابھی وہ شروع ہو گئی تھیں۔

"جانے لا بیٹے کیسی تحریم کیا کام تمہیں برا تو لگے گا مگر جو نیچے اپنی زندگی کے اہم فیصلوں میں اپنی دل کی رضا کو اہمیت نہیں دیتے انہیں ایک نہ ایک حل دینے کے رمبوں پر بچھتا پڑتا ہے کتنی اچھی لڑکیاں دیکھ رہی تھیں میں نے تمہارے لیے مقرر تم لٹو ہوئے تھے تو کس پر وہ کوڑی کی لڑکی نہیں ذرا پوچھو اس سے تمہارے پیچھے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں اس نے لڑکے ساتھ ایک نہ شدہ شدہ ایک سے دل نہیں لگا کر میرے دوسرے بیٹے کو بھی پھانس لیا چندال

سنے اس کے لیے میں تحریم کے لیے نفرت ہی نفرت تھی۔ خضر کے لیے اس سے زیادہ برداشت کرنا ممکن نہیں تھا۔

"امی پلیز۔ میں ابھی تھک کر آیا ہوں کیا یہ باتیں ہم بعد میں نہیں کر سکتے۔" قدرے روکے مگر احتجاجیہ لہجے میں کہہ کر اس نے خود کو صوفے پر گر ادیا تھا۔

رات کافی دیر تک وہ حیات صاحب مسز سیال عمر اور عانیہ کے ساتھ بیٹھ کر انگلیں دیکھ باتیں کرنے کے بعد اپنے کمرے میں آیا تو تحریم دروازے کی طرف سے پشت کے پہلو کے بل لیٹی تھی۔ وہ واش روم سے ہو کر لباس چھینج کرنے کے بعد بیڈ پر آیا تو اسے جاگتے پا کر پوچھ بیٹھا۔

"امی نے تمہارے بارے میں جو کچھ بھی کہا ہے کیا میں تم سے اس کی وضاحت مانگ سکتا ہوں تحریم؟" "نہیں۔" جتنے فحشے لہجے میں اس نے سوال کیا تھا اتنے ہی فحشے لہجے میں اس کی طرف دیکھ کر جواب دے گئی تھی۔

"کیوں سے کیا مطلب آپ کی طرح مجھے بھی وضاحتیں پیش کرنے کی عادت نہیں ہے آپ کو کم از کم اپنی بیوی پر اعتبار ہونا چاہیے۔" اس کا اندراب بھی جل رہا تھا۔ خضر سمجھ نہ سکا کہ آخر ایک دو ہفتوں میں ایسی کیا قیامت آگئی جو وہ اتنی بدل گئی۔

"تم مجھے بتاؤ گی کہ تمہیں کیا ہوا ہے؟" "کچھ نہیں ہوا مجھے آپ تھک کر آئے ہیں سو جائیں آپ کی ماما کو تو یونہی فضول بولنے کی عادت ہے۔"

"شٹ اپ۔ میں اپنی ماں کے لیے تمہارا ایسا گستاخانہ انداز برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ اچانک تپا تھا تحریم کو لگا اس کی برداشت بھی جواب دے گئی ہو۔

"ہونہ ماں کے لیے اتنی سی بات برداشت نہیں ہوتی اور بیوی کے لیے ایسی ہزاروں فضول باتیں سن کر بھی ایک لفظ نہیں نکلتا منہ سے اتنی ہی ہلکی تھی

میں تو کیوں زبردستی مجھے اپنانے کی ضد کی؟ اس وقت تو یہ ظاہر کرنے پر تے تھے جیسے مجھے نہیں پایا تو زندہ نہیں رہیں گے۔ زخمی ناگن کی طرح پھنکارتی وہ اسے ہرٹ کر رہی تھی۔

”جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے اس بندھن کے لیے تمہاری رضا کے بعد ہی عملی قدم اٹھایا تھا میرے پیچھے اگر تمہاری اور امی کی کوئی جنگ ہو بھی گئی ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟“

”کسی کا کوئی قصور نہیں ہے سارے میرے ہی قصور ہیں مگر اب میں آپ کو یا آپ کی ماں کو کسی شکایت کا موقع نہیں دوں گی میں نے آگے بڑھنا شروع کر دیا ہے عمر کے ہسپتال میں جلد جاب بھی مل رہی ہے مجھے پھر نہ گھر میں رہوں گی نہ کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا ہو گا۔“ وہ لڑکی جس کے منہ میں کل تک زبان نہیں تھی سوائے ”ہوں“ اور ”جی“ کے جسے کچھ بولنا ہی نہیں آتا تھا اس وقت اس کی زبان کیسے فراتے بھر رہی تھی وہ بے حد حیرانی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

”کس کی اجازت سے جاب کر رہی تھیں؟“

”اس میں کسی کی اجازت کی کیا ضرورت ہے آپ اور آپ کی ماں دونوں کو ہی اس بات پر اعتراض ہے کہ میں سیدھی سادھی گھریلو لڑکی ہوں وہ اس لڑکی کی طرح الزام ڈرن کیوں نہیں ہوں گے بن کر کھاؤں کی میں آپ کو الزام ڈرن۔“ اس کا انداز ایسا تھا کہ وہ شدید خفگی کے باوجود مسکرا دیا۔

”کیا کرو گی الزام ڈرن بن کر۔؟ مجھے تو اسی روپ میں اچھی لگتی ہو۔“

”یہی تو سب سے بڑا جھوٹ بولا ہے آپ نے مجھ سے، سر حال مجھے نیند آرہی ہے آپ بھی سو جائیں۔“

”کیوں سو جاؤں جب تک تمہارا دماغ ٹھکانے پر نہیں لاؤں گا نیند حرام ہے مجھ پر مجھے کھل کر بتاؤ کیا ہوا ہے کیوں اتنی بدگمان ہو گئی ہو تم مجھ سے۔؟“ ہاتھ بڑھا کر اسے زبردستی قریب کرتے ہوئے وہ اسے کمزور

کرنا چاہ رہا تھا۔ جواب میں پٹ پٹ بولتی تحریم کے لبوں کو جیسے قفل لگ گیا۔

”کسی کو کچھ نہیں ہوا پلیز سو جائیں آپ۔“ اس بار آواز میں لرزش کے ساتھ ساتھ غصہ بھی تھا۔ وہ چند لمحوں تک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔

”ٹھیک ہے اگر واقعی تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔“ وہ پھر ہرٹ ہوا تھا۔ تحریم کو پشیمانی ہوئی مگر جانے کن سوچوں کے حصار میں جبری وہ اس سے معذرت نہ کر سکی۔

اگلی صبح جب وہ بے دوار ہوا تو تحریم کمرے میں نہیں تھی وہ بستر سے اٹھا اور شلور لے کر خود بھی کمرے سے باہر نکل آیا۔ صبح کا اجالا بھی پوری طرح نہیں پھیلنا تھا تحریم کچن میں تھی اور عمرانی ڈاکٹری چھوڑے فدا ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتا جانے اسے ایسے کون سے قہرے سنا رہا تھا کہ وہ رف موڈ کے باوجود بھی مسکرا رہی تھی۔

”جائے بن جائے تو کمرے میں لے آتا میں پٹ کر رہا ہوں۔“ کیسا بے حجاب انداز تھا اس کا خضر آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہ کر پا رہا تھا۔

”اوکے میں ابھی آتی ہوں آج جلدی چلیں گے کل بھی لیٹ ہو گئے تھے۔“ رات کی نسبت تحریم کا موڈ بھی فریش تھا۔ وہ چپ چاپ کچن کی دہلیز پر کھڑا خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا جب عمر پلٹ کر اسے دروازے میں ایستادہ کھڑے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

”اوہ السلام علیکم“ آج تو بڑی جلدی بے دوار ہو گئے آپ۔“ وہ مسکرا رہا تھا خضر جواب میں اسے دیکھ کر السلام بھی نہ کہہ سکا۔ اس کی خاموش نگاہوں میں عجیب سی برہمی تھی وہیں کچن کی دہلیز سے پلٹ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا جب تحریم نے عمر سے کہا۔

”وہ خفا ہو گئے ہیں عمر امی نے بہت غلط باتیں کہی ہیں ان کے ذہن میں میں نہیں چاہتی وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر مجھ سے مزید دور ہو جائیں رات بھی بہت

پٹ کیا تھا میں نے انہیں۔“

”یہی تو معصومیت ہے آپ کی، پچھلے دنوں اس نے آپ کو کتنا ہرٹ کیا، گھراے احساس نہیں ہوا“

”میں نے صرف ایک رات اس سے اچھے طریقے سے بات نہیں کی تو خود کو قصور وار سمجھنے لگیں۔؟ بہت چھوٹا دل ہے آپ کا“ آپ جیسی عورتوں کی وجہ سے ہی موبل کا دماغ اتنا خراب ہو جاتا ہے کہ وہ عورت کو انسان سمجھتی ہی نہیں۔ کسی بھی جنگ میں فتح کے لیے اولوے مضبوط ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ پھر اس کے کمزور بننے پر عمر نے اسے لمبا پیکر بنا دیا تھا۔

”لوکے، لیکن میرا نہیں خیال کہ وہ لوسی کو اپنی زندگی میں اتنی اہمیت دیتے ہوں گے جتنی مجھے دیتے ہیں۔“

”یہ بھی بھول ہے آپ کی“ آئیے کچھ دکھاتا ہوں میں آپ کو۔“ بہت نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر وہ اسے اپنے کمرے کی طرف لے آیا تھا۔

”یہ ڈائری دیکھیں صرف ایک سال پہلے کی ہے“ اس کے ایک ایک صفحے پر آپ کو خضر کی طرف سے لڑائی چالیں سے دیوانہ وار محبت کا اعتراف ملے گا یہ تو ڈیڑھ دیکھیں کتنے خوب صورت لمحے قید ہیں ان میں دیکھیں تحریم کیا صرف دوست کے کوئی اتنا قریب جاسکتا ہے۔“ عمر نے جو تصویر اپنی اسٹیشن ڈراز سے نکل کر اس کے حوالے کی تھیں انہیں ایک کے بعد ایک دیکھتے ہوئے وہ پھر اپنا ضبط کھونے لگی تھی۔

”آپ کیا سوچتی ہوں گی میں یہ سب کیوں کر رہا ہوں۔؟ کیوں مہما کے اصرار کرنے پر بھی شادی نہیں کر رہا ہے نا۔؟“ وہ واقعی یہ سوچ رہی تھی اس وقت میں دو روز پہلے اور اس وقت اسے واقعی وہ جاننے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جو عمر اسے بتانے جا رہا تھا۔

”جائیں خضر کو بتا کر آجائیں میں راستے میں سب بتاؤں آپ کو۔“ ڈیرنگ ٹیبل سے اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی اٹھا کر وہ کمرے سے نکل گیا تھا جب تحریم چادر لٹینے کے لیے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اس

کی چال میں بے حد شکستگی تھی۔ الزام ڈرن گھرانے کی ہونے کے بعد بھی اس نے پروہ ختم نہیں کیا تھا۔

”میں ہسپتال جا رہی ہوں عمر کے ساتھ ناشتا بنا کر رکھ دیا ہے شلور لے کر کر بیچے گا۔“ وہ کمرے سے نکل کر میز پر کھڑا جانے کن سوچوں میں کھویا تھا۔ جب بنا اسے مخاطب کیے وہ اظہار دیتی وارڈ روپ کھول گئی۔

”تم کسی کے ساتھ کہیں نہیں جا رہیں سنا تم نے؟ آرام سے بیٹھو گھر اور سب کا ناشتا بناؤ۔“ ضبط کی شدت سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ تاہم تحریم نے پروا نہیں کی تانہ تانہ ابھی جو تصویر اس نے دیکھی تھیں اس کے بعد اس کا خضر کی طرف دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔

”میں سب کی نوکر نہیں ہوں“ آپ سے واسطہ ہے آپ کا ناشتا بنا چکی ہوں باقی جسے جو چاہیے ہو گا اپنے لیے خود بنالے گا۔“

”شٹ اپ۔“ وہ میز سے پلٹ آیا تھا تحریم قدم بے دیک کر اس کے غصیلے چہرے کا نظارہ کرنے لگی۔

”چلو کچن میں عورت کا گستاخانہ روپ پسند نہیں کرتا میں۔“

”مجھے بھی مردوں کا انسانیت کے جامے میں رہنا ہی پسند ہے۔“ اس لمحے خاموش رہتا اسے اپنی شکست لگ رہا تھا، تبھی وہ پھر درشتگی سے بولی تھی۔

”میری محبت کو میری کمزوری مت سمجھو تحریم میں عام مردوں جیسا نہیں ہوں لیکن تمہاری وجہ سے اپنے گھروالوں کے سامنے ذلیل ہونا بھی کسی صورت گوارا نہیں ہے مجھے۔“

”تو کس نے کہا ہے ذلیل ہونے کے لیے اتنی ہی بری ہوں تو چھوڑ دو مجھے۔“ وہ بدگمانی کے حصار میں مقید ضد اور غصے کے اس مقام پر آگئی تھی جہاں پہنچ کر عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے خضر کے لیے اس کے الفاظ کسی شاک سے کم نہیں تھے۔

”واش۔؟“ وہ روانی میں جو کہہ گئی تھی حقیقت

میں ان الفاظ کی سنگینی کا اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا۔
 ”ہاں میرے صبر کی انتہا ہو چکی ہے، پچھتاری ہوں میں ایک بزدل اور بے ہوش انسان سے شادی کر کے جس کی زندگی میں کل کوئی تھی آج کوئی ہے، کل کوئی اور ہوگی میری زندگی پر میرا پناہ حق ہے کوئی زبردستی نہیں کر سکتا میرے ساتھ۔“ اس کے اندر جو رقابت کی آگ لگی تھی، خضر اس سے واقف نہیں تھا شاید بھی ضبط کی انتہا سے گزرتے ہوئے اس نے سرخ پھیرا تھا۔

”میرا خیال ہے تمہارا دل غصہ سے زیادہ خراب ہو چکا ہے، چلیے۔“ اس کا بازو تھام کر وہ زبردستی اسے اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے کمرے سے باہر لے آیا تھا۔

”یہ کیا بد تمیزی ہے خضر، میرا بازو چھوڑیں۔“ وہ منمنائی تھی مگر اس نے پروا نہیں کی، ہر عمر گاڑی میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا، وہ اسے کھینچتے ہوئے وہیں لے آیا۔

”چالیس۔“ تحریم کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر دھکیل کر اس نے غصیلی نگاہوں سے عمر کو گھورا تھا۔ جب وہ بولا۔

”کیا کر رہے ہیں آپ۔؟ اور تحریم کو کہاں لے جا رہے ہیں۔“

”بھانجھی کو، تحریم نہیں، میری بیوی ہے یہ ہر طرح کا حق رکھتا ہوں اس پر تم نکلو گاڑی سے۔“ وہ اس وقت غصے میں تھا، عمر نے اس سے ابھٹا مناسب نہ سمجھا اور چپ چاپ گاڑی سے نکل آیا۔ خضر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور خاصی ریلش ڈرائیونگ کرتے ہوئے اگلے بیس منٹ میں تحریم کو اس کے میکے پہنچایا۔

”میرا خیال ہے تم یہاں زیادہ خوش رہ سکتی ہو ایک ہفتہ گزار کر بتاؤ نا، تمہیں چھوڑ دوں کہ واپس لے جاؤں۔“ غصے اور خد میں تو اس کی بھی کوئی مثال نہیں تھی۔ تحریم کے لیے اس کا یہ قدم قطعی غیر عینی اور تکلیف دہ تھا شدید ہرٹ ہو کر اس نے گاڑی کا

دروازہ کھولا اور باہر نکل آئی۔
 ”ٹھیک ہے میں آپ کو یہاں خوش رہ کر رکھوں گی، آپ کو اپنی زندگی میں میری کی کا احساس ہو تب لینے آجائیے گا میں آپ کو بھی آنے کے لیے نہیں کہوں گی۔“ بات اتنی بڑھ جائے گی اسے قطعی یقین نہیں تھا، خضر غصے سے سر جھٹک کر گاڑی آگے بڑھا گیا۔

وہ گھر میں آئی تو حسان احمد صاحب گھر پر نہیں تھے، صرف اس کی دونوں بھابھیاں تھیں، اس نے فی الحال ان سے اپنا دکھ شہر کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہ بتایا کہ اس کا دل ملنے کو کر رہا تھا لہذا وہ چلی آئی۔ وہ دونوں کافی دیر تک اسے خضر کے حوالے سے چھیڑتی رہی تھیں اور اپنے آنسو ضبط کرتی بظاہر مسکراتی رہی، اسے یہ سوچ کر ہی تکلیف ہو رہی تھی کہ ہر بات میں اس کے ناز اٹھنے والا اس کا محبوب شوہر اب اس کی تکلیف کا احساس کیے بغیر اٹنا ہرٹ کر رہا تھا۔

انگلینڈ جانے سے پہلے وہ ایسا نہیں تھا، اتنی نیک و جذباتی خواتین کی طرح اس کے نزدیک بھی وہ بڑا بڑا تھا اور اس بدلاؤ کی وجہ اسے معلوم تھی وہ اسے خضر کے لیے اچھا سوچتے نہیں دے رہی تھی۔ عورت کی گھٹی میں ایک بار شک پڑ جائے تو پھر جان چلی جاتی ہے اس شک کے اثرات حل سے نہیں جاتے۔

شام میں حسان صاحب جس وقت آئے اس وقت تک سوچ سوچ کر اس کی شرانیں پھٹنے کو قریب تھیں اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ حسان صاحب سے اپنا مسئلہ شہر کرے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کہاں جائے؟ جس گھر سے اسے نکلا تھا اس گھر میں دوبارہ منہ اندھ کر خود سے جانا اس کے لیے موت سے بدتر تھا لہذا خوب سوچ کر رات کے کھانے کے بعد جب حسان صاحب اپنے کمرے میں سونے کے لیے آئے تب اس نے سر جھٹکا کہا تھا کہ ناخنوں سے کھیلے ہوئے کہا۔

”اب مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔“
 ”ہاں کو بیٹھے۔“ اپنی پوری اولاد میں وہ سب سے زیادہ اسی سے پیار کرتے تھے۔

”ابو۔ اللہ گواہ ہے میں آپ کو اپنی وجہ سے کوئی تکلیف دینا نہیں چاہتی، مگر ابھی جو مسئلہ مجھے درپیش ہے وہ میں آپ کے سوا اور کسی سے شہر نہیں کر سکتی۔“ پکوں کے گوشوں میں کی چھپائے وہ سر جھٹکا کہ تمہید باندھتی انہیں پریشان کر گئی تھی۔
 ”کیا بات ہے بیٹے، کھل کر کہو، کہیں خضر سے جھگڑا تو نہیں ہو گیا۔؟“ وہ بے چین ہو کر دوبارہ اٹھ بیٹھے تھے جب اس نے کمر شروع کیا۔

”نہیں ابو، میں نے ان سے کوئی جھگڑا نہیں کیا، لیکن جب میں یہاں سے رخصت ہو کر گھر میں گئی تھی تب سے ہی خضر کی دل اور من نے میرا دل پھٹتی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اس پر بھی اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس کے گھر والوں کا ہر ظلم چپ چاپ برداشت کروں کیونکہ میں ان کی من پسند ہو رہی ہوں، میں نے یہ بھی کیا اپنا آپ بھلا کر کچھ سے شہر تک کو لو کے بدل کی طرح کام کر کے زبان کو چپ کا لٹل لگا کے ہر ممکن کوشش کی کہ اس کے گھر والوں کی جیت لوں مگر میں ایسا نہیں کر سکی، صرف خضر کی محبت اور آپ کی عزت رکھنے کے لیے میں نے سب زیادتیاں چپ چاپ برداشت کیں، مگر ابو، جس شخص کے لیے میں نے یہ سب برداشت کیا بعد میں اسی کے بہن بھائیوں سے مجھے ہٹا چلا کہ وہ مجھ سے ٹھکس نہیں ہے، اس کا دل وہاں انگلینڈ میں کسی بھڑکی عورت پر فریفتہ ہے، میں نے اس کی بہن کی اس بات پر بھی یقین نہیں کیا۔

اس کے بھائی نے مجھے اس کی ڈائری اور اس لڑکی کے ساتھ محبت اور عیاشی کی بہت سی تصویریں بھی دکھائیں، تب مجھے دکھ ہوا، اس پر بھی بجائے اس نے محاط صاف کرنے کے زبردستی اپنے ابو سے کہہ کر ہم کا بلانہ کر کے اس لڑکی سے ملنے چلا گیا وہاں جا کر اسے دس دن اس نے مجھ سے کوئی رابطہ نہیں رکھا، مجھ سے دیکھ کر اس کے چھوٹے بھائی نے مجھ سے فریادیں دیں، جتنی تو سب اس کے خلاف ہو گئے، اس کی دل میں اتنے گھٹیا الزام لگائے مجھ پر کہ میں

آپ کو بتا نہیں سکتی، اوپر سے خضر نے بجائے میں سے کچھ کہنے کے ان کی باتوں میں آکر خود چور ہوتے ہوئے زبردستی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھر سے نکالا اور یہاں چھوڑ گیا، یہ کہہ کر کہ اگر میں اسے اس لڑکی کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتی، یا اس کی دل کا ہر ظلم چپ چاپ نہیں سہہ سکتی تو اس کے گھر میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں۔“

اس کی آواز بھرا گئی۔ اپنی کہانی میں حسب ضرورت جھوٹ کا تزک لگا کر اس نے خود کو مظلوم اور خضر کو گنہگار ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

”ابو، میں مر جاؤں گی، مگر اس گھر میں دوبارہ ذلیل ہونے کے لیے نہیں جاؤں گی۔“ انہیں خاموش دیکھ کر اس نے فوراً ”وہ بات بھی ان کے گوش گزار دی، جو اسے کب سے پریشان کر رہی تھی۔ حسان صاحب نے چپ چاپ اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ٹھیک ہے بیٹے، ابھی تم سو جاؤ، کوئی مینشن نہیں لینا، صبح بات کروں گا میں ان سے۔“ اسے اطمینان دلا کر انہوں نے سونے بھیج دیا تھا، مگر خود جیسے وہ کسی عذاب کی گرفت میں آگئے تھے نہ اس پہلو قرار آ رہا تھا نہ اس پہلو دل پر گھبراہٹ الگ شروع ہو گئی تھی۔ تحریم ان کے کمرے میں ان کے بیڈ کے قریب ہی

خواتین ڈائجسٹ

کی طرف سے
 بہنوں کے لیے ایک اور ناول

بن روئے آنسو

فرحت اشتیاق

قیمت --- 200/- روپے

نشانہ کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37- اردو بازار، کراچی۔

پہلو بدل کر سو رہی تھی، مگر اسے بھی ان کی تکلیف کا اندازہ کہاں تھا۔ شب کے ساڑھے تین بج رہے تھے جب دل پر بڑھتے بوجھ نے ان کی ہمت پست کر دی، تحریم کو لاکھ کوشش کے باوجود نیند نہیں آ رہی تھی، اس نے جو نئی پہلو بدل کر مرغ حسن صاحب کی طرف کیا انہیں دل پر ہاتھ رکھے تکلیف میں دیکھ کر فوراً اپنے بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ابو۔“ از حد متفکر ہو کر وہ ان کی طرف لپکی تھی، مگر تب تک وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑے تھے۔ وہ ہاسپٹل کے کوریڈور میں سر جھکائے بیٹھی حسان صاحب کی لمبی عمر کے لیے دعا کر رہی تھی جب عمر ست روئی سے چلتا اس کے قریب آ بیٹھا۔

”انکل کی طبیعت اب پہلے سے بہتر ہے تحریم، آپ فکر نہ کریں۔“ وہ کل پوری رات سے اس کے ساتھ جاگ رہا تھا، تحریم اس کے احسانوں کا قرض چاہ کر بھی اٹار نہیں سکتی تھی۔

”مم۔ میں کمرے میں ان کے پاس جا سکتی ہوں۔“

”نہیں، ابھی تو ان کو شفٹ کیا ہے، وہ ہوش میں بھی نہیں ہیں، جیسے ہی صبح ہوتی ہے آپ ان سے مل لیتا، ابھی تو آپ کے دونوں بھائیوں کو بھی بڑی مشکل سے گھر بھیجا ہے میں نے، پر آپ کی ضد کے سامنے کس کی چلتی ہے؟“ ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو میں وہ خود بھی بڑھ چلا لگا رہا تھا۔ تحریم نے اپنی آنکھیں ڈوپٹے سے خشک کر لیں۔

”میں آپ کی بہت مقروض ہوں عمر، حقیقی معنوں میں آپ نے میرا ہر ساتھ دیا ہے، کاش خضر بھی ایسا ہی ہوتا۔“ تعریف کے ساتھ اسے نشتر بھی چبھو گئی تھی۔

”خضر کیسے ہیں؟ کیا انہیں ابو کے بارے میں بتایا آپ نے؟“

”ہاں وہ سو رہا تھا شاید دن میں چکر لگائے سمجھے اس بات کا وہ ہے کہ اسے اب جیسی عقیم لڑکی کی قدر

نہیں ہے، سچ کہتا ہوں تحریم، اگر خضر کی بجائے آپ میری اہلی ہو تیں تو ہماری زندگی ایک بے محل زندگی ہوتی، پتا ہے، امی نے جو لڑکی میرے لیے پسند کر رکھی ہے اس کی کوئی ایک ادا بھی مجھے پسند نہیں ہے، آپ جیسی کوئی ایک بات بھی نہیں ہے اس میں۔“ وہ کہہ رہا تھا اور تحریم نے گہرا کرادھر دیکھ کر شروع کر دیا۔ اسے عمر کے الفاظ بہت عجیب لگے تھے، اب ہم اس کے خلوص پر شک کرتا اس کے لیے باعث شرم تھا۔ تبھی پچھلی سی مسکان لبوں پر بکھیر کر رہ گئی۔

”سب نصیب کے کھیل ہیں عمر، لیکن اب آپ بھی شادی کے لیے سنجیدہ ہو جائیے، زندگی میں ہر کسی کو پسند کا مصروف نہیں ملتا۔“

”کو شش کی جائے تو مل بھی سکتا ہے۔“ وہ مسکرایا تھا۔ تحریم خاموشی سے سر پھیر گئی۔

صبح کا اجالا پھیلا تو اس کی دونوں بھائیاں اور برائی اسپتال آ گئے، عمر ایک دھنسنے رست کے لیے گھر گیا تھا، وہ بھی گھر چلی آئی۔ اسے بے حد دکھ ہوا۔

رات بھر کے رنج کے اور پریشانی نے اس کے اعصاب جیسے شل کر دیے تھے، وہ تین گھنٹے سکون سے سونے کے بعد دوبارہ ہاسپٹل آئی تو عمر حسان صاحب کے بند کے قریب کرسی پر بیٹھا ان سے باتیں کر رہا تھا۔ تحریم انہیں ہوش میں دیکھتے ہی لپک کر ان کی طرف بڑھی تھی اور روتے ہوئے ان کے سینے سے چمکی تھی۔ اس کا بھائی بھی جس کے ساتھ وہ آئی تھی، حسان صاحب کا ہاتھ تھام کر ان کے سر ہانے بیٹھا تھا۔ عمر جو پہلے جانے ان سے کیا کیا باتیں کر رہا تھا اب ان دونوں کی موجودگی میں چپ ہو گیا۔

ان کے ہاسپٹل کو میرا دن تھا، جب خضر نے ہاسپٹل کا چکر لگایا تو انہیں دو چار رہی تھی اور عمر اس بیٹھا اسے اصرار کرتے دیکھ کر مسکرا رہا تھا جب اس کمرے کی دہلیز پر قدم دھرتے ہی اس کی پہلی نگاہ ان دونوں پر پڑی اور وہ جیسے دہلیز پر ہی جل کر جسم ہو گیا۔ اب تک وہ اس بات کو سہیل نہیں لے رہا تھا، صرف ضد اور بدگمانی چل رہی تھی، مگر اب ان دونوں کو پھر ساتھ دیکھ کر اس کے دل میں شدید غلط فہمی نے جگمگ

لے آج ہی سیال بیگم کی معرفت حسان صاحب کا پتا تھا، اگر اب بھی نہ چلتا تو شاید بہت کچھ اس کی ہول سے او بھل ہی رہتا۔

سے روئی سے تھکے تھکے قدم اٹھا تا وہ حسان صاحب کے قریب آیا تو ان کی پشیمانی پر اسے دیکھتے ہی مل پڑے، تحریم بھی جو پہلے مسکرا رہی تھی اس کی وہاں موجودگی کو محسوس کرتی ہی اٹھ کر سائیڈ پر ہوئی۔

”اسلام علیکم۔“ ہر بات کو نظر انداز کرتا وہ پھر بھی پورے خلوص سے حسان صاحب کی طرف متوجہ رہا تھا۔ جواب میں انہوں نے وہ علیکم السلام کہتے ہوئے سر جھکے پر ڈال دیا۔

”مجھے آج ہی ممانے آپ کی نام ساز طبیعت کا بتایا تھا، کیسی طبیعت ہے آپ کی۔؟“

”ٹھیک ہوں۔“ ان کا جواب مختصر تھا۔ خضر ان کے روتے لہجے کو محسوس کر رہا تھا۔

”تم گھر آؤ، مجھے بہت سی باتیں کلینر کرنی ہیں تم سے۔“ وہ عمر کی طرف متوجہ ہوا اور ادوایا نگاہ حسان صاحب پر ڈالتے کے بعد تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔ عمر رات میں گھر آیا تو وہ لاؤنج میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

”جی فرمائیے، کیا بات کرنی تھی آپ کو مجھ سے؟“ وہ تختوں سے چور ہونے کے باعث فوری طور پر اپنے کمرے میں جانا چاہتا تھا، مگر خضر کو لاؤنج میں بیٹھے دیکھ کر خود بھی وہیں آ بیٹھا۔ جواب گہری نگاہوں سے اسے گھورنے کے بعد پوچھ رہا تھا۔

”تحریم سے کیا چکر چل رہا ہے تمہارا۔؟“

”آپ کو کیا چکر لگتا ہے؟“ اسے پتا تھا وہ اس سے اسی قسم کا سوال پوچھے گا، تبھی رساں سے سوال کے جواب میں سوال کر دیا۔ تو وہ چپ رہ گیا۔

”جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو، فضول بکواس سننے کی عادت نہیں ہے مجھے۔!“

”میں بھی فضول بولنے کا شوقین نہیں ہوں، وہ آپ سے بے زار ہے، اور میری ذات میں اپنا سچا

دھونڈتی ہے میں اسے مزید دیکھی نہیں کر سکتا۔“

”پہلے کیا دکھ ہے اسے۔؟ اور تم کس خوشی میں اس کی ہمدردی کا بخار چڑھائے پھر رہے ہو میں تمہیں اس پر کسی ایک غلط نگاہ کے لیے بھی معاف نہیں کروں گا۔“

”مجھے آپ کی معافی کی ضرورت بھی نہیں ہے، اس نے اپنے ابو سے بات کرنی ہے، جہاں تک میرا خیال ہے اگلے دو چار روز میں آپ کو خلع کانٹوس مل جائے گا۔“

”شٹ اپ۔“ چلا کر اس پر دھاڑتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ جب عمر نے کہا۔

”آپ کے چلانے سے وہ رکنے والی نہیں ہے، اس کے بقول آپ سے اس کی شادی اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی، جتنا ماما اور عانیہ نے اسے ذہنی طور پر تار چڑھایا ہے اس کے بعد یہ اس کا راستہ بھی بنتا ہے، جس میں کوئی اور ہونہ ہو میں اس کا حامی ہوں۔“

نہرے ہوئے بے خوف لہجے میں کتاوہ جیسے اس کا جگر گات رہا تھا۔

”آپ کو اس جیسی لڑکی کی قدر نہیں ہے، لیکن میں اس کی قدر کر کے دکھاؤں گا، ہمیں اسی گھر میں خود ماما اسے میرے لیے اپنی رضا سے لے کر آئیں گی۔“

”بکواس بند کرو۔“ خضر کو لگا غصے کی شدت سے اس کے دماغ کی شریانیں کسی بھی لمحے پھٹ جائیں گی، عمر اسے عذاب میں دھکیل کر چپ چاپ اپنے کمرے کی طرف برہہ گیا تھا۔



کمرے میں مکمل اندھیرا کیے وہ پچھلے کئی گھنٹوں سے اپنا جگر پھونک رہا تھا۔ رات عمر نے جو باتیں اس سے کی تھیں وہ ابھی تک اس کے ذہن میں گردش کرتی، اس کے اعصاب کمزور کر رہی تھیں، سوچ سوچ کر اس کا دماغ پھٹنے کو تھا کہ آخر چند دنوں میں ایسا کیا ہو گیا تھا جو حالات اتنے خراب ہو گئے تھے اس کا بس نہ چتا تھا کہ تحریم کے ساتھ ساتھ عمر کو بھی کوئی مار دے

جس نے اس کی محبت اور عزت پر نظر رکھی تھی۔
رات بھر کی ذہنی پریشانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ صبح تیز بخار میں چٹک رہا تھا ذہن کے ساتھ ساتھ دل پر بھی بوجھ محسوس ہو رہا تھا مسز سیال اس کے کمرے میں آئیں تو اسے نہ نکلنے پر متفکر ہو کر اس کے کمرے میں آئیں تو اسے تیز بخار میں مبتلا دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔

”خضر۔ میری جان۔ تمہیں کتنا تیز بخار ہو رہا ہے۔“ وہ عورت جیسی بھی تھیں مگر مل ولسی بی تھیں جیسی اسی فیصد درمیانے گھرانے کی خواتین ہوتی ہیں۔ خضر نے انہیں اپنے قریب پا کر آنکھیں کھول دیں۔

”کیا ہوا ہے۔ اپنی ماں کو بتاؤ۔ کل پورے دن گھر سے غائب رہے ہو۔ رات کا کھانا بھی نہیں کھایا اور اب بھی سستاؤ بیٹے کیا بات ہے؟ کہیں اس لڑکی نے تو پھر کوئی فتنہ کھڑا نہیں کر دیا۔“ ان کے الفاظ پر خضر کے دل میں پھر وہی ہلکی سی میس اٹھی تھی۔

”میں امی، آپ کے لیے تو خوشخبری ہے۔ وہ مجھ سے جان چھڑا رہی ہے۔“

”کیا۔؟“ واقعی طور پر انہیں خاصا دھچکا لگا تھا۔ جب وہ خشک لیوں پر زبان پھیرتے ہوئے قدرے ضبط سے بولا۔

”ہاں امی۔ وہ اب اس گھر میں ہی رہنا چاہتی ہے نہ آپ کے بیٹے کے ساتھ۔ آپ خوش ہو جائیں میری محبت اور شادی دونوں ناکام ہو گئی ہیں۔ اب یہاں کوئی وجود نہیں ہو گا جو آپ کو پسند نہیں۔“

وہ محسوس کر سکتی تھیں کہ ان کے لہجے میں بہت درد تھا۔ شاید بھی وہ اس سے نگاہ چاگنی تھیں۔ لاکھ وہ اس سے عداوت رکھتی تھیں اس کا وجود انہیں اپنے گھر میں برداشت نہیں ہوتا تھا۔ مگر وہ یوں اچانک ان کے بیٹے کی زندگی کو سولی پر لٹکا دے گی اس کا ممکن نہیں تھا۔

خضر بہت چپ رہنے لگا تھا کھانا پینا تو جیسے اسے یاد ہی نہیں رہتا تھا سارا دن آفس میں گزار کر رات گئے گھر لوٹا اور صبح ناشتا کے بغیر چپ چاپ گھر سے نکل

جاتا غائب بھی اس کے محل پر بے حد پریشان تھی وہی تو تھا جو اس کی ہر خواہش ہر دانش بنانے پوری کرتا تھا اس کے لڑ بھائی وی اٹھاتا تھا عمر کو تو خود سے ہی فرست نہیں ملتی تھی۔

حیات احمد صاحب پاکستان میں نہیں تھے لہذا انہیں بیٹے کی زندگی میں آئے بھونچل کی خبر نہ ہو سکی۔

اس روز مسز سیال نے بیٹے کے لیے اپنی ممت کے ہاتھوں مجبور ہو کر حسان صاحب سے فون پر بات کی تھی مگر جواب میں انہیں اتنا کچھ سنا گئے تھے کہ ان کی کچھ کہنے کی ہمت ہی نہ ہو سکی۔ کتنی باتیں ایسی تھیں جو عمر سے منسوب تھیں اور کیسے افسوس کی بات تھی کہ وہ بے خبر تھیں انہیں تو حسان صاحب کے بارٹ انیک کا بھی نہیں پتا تھا صرف عمر نے آپریشن کا بتایا تھا جو انہوں نے فوراً ”خضر کو بتادیا تھا“ اندر کی کیا کہانی تھی انہیں کچھ پتا نہیں تھا۔

دن بہ دن گرتی خضر کی صحت اور مستقل چپ نے انہیں ہشیا تھیل کے سمندر میں دھکیل دیا تھا۔ شام عمر گھر آیا تو وہ اس سے الجھ پڑیں۔

”عمر یہ تحریم کے گھر والوں کے ساتھ کیا پکڑ چلا ہوا ہے تم نے۔؟“

”کیوں کیا ہوا۔؟“ خضر سے حسب توقع نتائج حاصل کرنے کے بعد اب اسے اپنی ماں کے سوالوں سے بچنا تھا۔

”کیا ہوا۔؟“ کتنی فضول بکواس کی ہوئی ہے تم نے ان سے کب قلم کیے ہیں ہم نے ان کی بیٹی پر تو سری لڑکیوں کی شادی کے بعد سسرال میں کام نہیں کرتیں؟ اور یہ خضر اور لوسی کے تعلق کی کیا فضول کہانیاں بنا رکھی ہیں تم نے ان کو شرم نہیں آتی اپنے سے بھائی کے خلاف ایسی بکواس کرتے ہوئے۔“ وہ دھڑکی تھیں جب وہ رسل سے صوفے پر کھتے ہوئے بولا۔

”بھائی کو شرم آتی تھی میری محبت مجھ سے بھجواتے ہوئے۔؟“ خضر اندر اپنے کمرے میں سب سن رہا تھا اس کے اس انکشاف پر اس کے ساتھ

ماٹھ سیال بیٹم بھی حیران ہوئی تھیں۔

”کیوں سی محبت۔؟“

”تحریم حسان پوچھیں بھائی سے اس کے بارے میں کس نے پہلے اپنے احساسات ان سے شیئر کیے تھے مجھے اچھی لگی تھی وہ بتا اس سے بات کے اسے جاننے پر کئے میں نے اسے پانے کی تمنا پائی تھی اپنے اندر یہ تو ان دنوں لوسی چارلس کی زلفوں کے اسیر تھے بھول گئیں آپ وہ دن جب یہ اس کے لیے آپ کو قائل کر رہے تھے لوسی لوسی کرتے ذہن نہیں چھکتی تھی ان کی ہنسنے سے غلطی ہوئی کہ میں نے تحریم کو ان سے ڈسکس کر لیا اور انہوں نے میرے انگیزیم کا فائدہ اٹھا کر یہاں شدید گرمی کے باوجود چکر لگا کر اسے اپنے دام الفت میں پھنسا لیا کسی نے میرے دکھ کو محسوس کیا۔؟ میرے آنسو نظر آئے کسی کو امیر بھی جانتی تھی کہ میں اس میں انٹرفیڈ ہوں اس کے باوجود اس نے بھائی کا ساتھ دیا کیوں۔؟

میں اپنی محبت سے دستبردار نہیں ہو سکتا تھا میں سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں مگر تحریم حسان کو نہیں اسے اپنے کے لیے مجھے کتنا ہی گرنا پڑے اپنی جاب اپنے مستقبل کو داؤ پر لگانا پڑے میں لگاؤں گا بہت قریب سے دیکھا ہے میں نے اسے اب اس کے تصور کو ذہن سے جھٹکنا میرے لیے ممکن نہیں۔“ وہ اچھا خاصا جھگڑا ہو گیا تھا۔

مسز سیال کے ساتھ ساتھ اس کے الفاظ نے غائب کو بھی شاکہ کر ڈالا تھا۔ اندر کمرے میں خضر نے ایک نوٹ کرٹ جلا لیا۔

اسی روز شام میں تحریم نے اس کے سیل پر کل کی

”ہیلو۔“ اس کی آواز میں نہیں نکل رہی تھی وہ سری طرف تحریم نے چند پل خاموشی کی نذر کرنے کے بعد کہا تھا۔

”میں تحریم۔ آپ سے ضروری بات کرنی تھی۔“

”ہاں کسو۔“ گتے روز کے بعد اس کی کل نے اس کی بارٹ بیٹ مس کردی تھی۔ وہ سری طرف پھر

فوری طور پر کچھ نہ بول سکی۔

”آپ نے کہا تھا ایک ہفتہ اپنے میکے میں گزارنے کے بعد میں آپ کو بتاؤں کہ مجھے آپ کے ساتھ رہنا سہیا آپ کو چھوڑ دینا ہے۔“

”میں نے فیصلہ کر لیا ہے مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا۔“ سن سے کوئی تیرہویں لہجوں میں اس کے اندر اثر کر اس کا بصر جبر گیا تھا۔

سنو۔

کبھی جو احساس ہو تم کو کہ تم اچھا نہیں کرتے جو مجھ کو یوں رلاتے ہو مگر میرا جلاتے ہو

اگر اس آگ میں جل کر میں اک دن راکھ ہو جاؤں

مجھے دل سے بھلاؤ مگر میں سمندر میں بھاؤنا

مگر یہ یاد رکھنا تم خدا سے یہ دعا کرو

کہ جو اچھا لگے تم کو

وہ تم جیسا کبھی نہ ہو۔

”لو کہ۔“ ڈوبتے لہجے میں کہہ کر اس نے لائن ڈس کنکٹ کر دی تھی۔

اس روز مسز سیال نے اسے روتے ہوئے دیکھا تھا اور تحریم کے فیصلے نے ان کے جگر پر جیسے چھری چلا دی تھی جس بیٹے نے ہمیشہ انہیں عزت مان محبت دی تھی اسی بیٹے کی خوشیوں کا انگر اجاڑنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر انہوں نے بھی نہیں چھوڑی تھی۔

تحریم پچھلے کئی روز سے اپنی بھلی بھلوں کی دہلی دلی آواز میں نئی باتیں سن کر بھی اپنے فیصلے پر سختی سے قائم تھی کیونکہ ابھی چند روز قبل ہی عمر نے اسے بتایا تھا کہ خضر اسے جلائے اور جھکانے کے لیے لوسی سے شادی رجا رہا ہے اس کے سر پر بھی آسمان گرا تھا مگر اپنا پلڑا بھاری رکھنے کے لیے اس نے اس سے پہلے ہی اسے اپنا فیصلہ سنلایا تھا اور عمر کی مدد سے خود کو بکھرے سے بچانے کے لیے ”ڈے کیئر سینٹر“ میں جاب بھی شروع کر دی تھی۔

اس روز وہ ابھی جاب پر جانے کی تیاری ہی کر رہی تھی جب مسز سیال خود وہاں چلی آئیں۔ تحریم کامل

انہیں دیکھ کر دکھا تھا اس کے باوجود انہیں سلام کر کے حسان صاحب کے کمرے میں لے آئی تھی۔ ایک بھابھی اس کے میکے گئی تھی اور وہ سری ناستا تیار کر رہی تھی۔

اتنی صبح مسز سیال کی اپنے گھر میں موجودگی نے اسے خاصا ڈسٹرب کر دیا تھا اب جبکہ وہ خود کو صبر کرنا سکھا رہی تھی تو وہ اس کے زخم ہرے کرنے پھر آئی تھیں۔

حسان صاحب انہیں دیکھ کر بستر پر اٹھ بیٹھے تھے جب سلام دعا کرنے کے بعد انہوں نے پوچھا۔

”اب یہی طبیعت ہے آپ کی؟“

”پہلے سے بستر ہوں الحمد للہ آپ سنا ئے اتنی صبح صبح کیسے تشریف آوری ہوئی۔“ تحریم کی وجہ سے وہ عورت اب انہیں ایک آنکھ نہیں پسند تھی اور یہ بات شاید مسز سیال بھی جان گئی تھیں، ”بھئی تحریم کو دیکھتے ہوئے نرم کبجے میں بولیں۔“

”میں اپنی بیٹی کو گھر لے جانے کے لیے آئی ہوں مجھے معلوم ہے مجھ سے کچھ کوتاہیاں ہوئی ہیں جن کی وجہ سے اس کا مجھ سے دل خراب ہوا، لیکن میرے بیٹے کا اس میں کوئی قصور نہیں، آپ صرف ایک بار چل کر اس کا حل دیکھ لیں، سب کچھ خود ہی صاف ہو جائے گا آپ پر۔“

”دیکھا تھا میں نے انہیں پرسوں، کسی بوتیک سے نکل رہے تھے جناب اپنی ہونے والی نئی دامن کے لیے خریداری کر کے، کیسی ماں ہیں آپ کو بیٹے کی غلط حرکتیں نظر ہی نہیں آتیں، کسی اور کی بیٹی کی چاہے ساری زندگی داؤ پر لگ جائے۔“ جواب حسان صاحب کی بجائے تحریم نے دیا تھا اور خاصی بد تمیزی سے دیا تھا۔

”کون سی نئی دامن اور کس کی نئی دامن؟“

”آپ کے بیٹے خضر صاحب کی اور کس کی؟ بے خبر تو نہیں رکھا ہو گا اس نے آپ کو جو بے شری سے سفارشی بنا کر رہا، بھیج دیا۔“

”اس نے نہیں بھیجا ہے، میں خود آئی ہوں وہ تو شر

میں ہی نہیں ہے۔“

”جی معلوم ہے مجھے، دو سری شادی کی تیاریاں میں مصروف ہیں جناب، اور میں۔ جوان کی پسند کی پہلی بیوی ہوں مجھے پیغام دے رہے ہیں کہ میں خود اپنے ہاتھوں اپنے معصوم بچے کا قتل کروں، جو ابھی اس دنیا میں آیا ہی نہیں کیوں؟ وہ مجھ سے جان چھڑانا چاہتا ہے چھڑالے، زبردستی کسی تعلق کی میں بھی قائل نہیں ہوں، بڑھی نکسی ہوں اپنا بوجھ خود اٹھا سکتی ہوں۔“ کتنا غبار جمع تھا اس کے اندر، مسز سیال کی آنکھیں اس کے نئے انکشاف پر حیرانی سے پھیل گئیں۔

”یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟ اسے تو ایسی کسی بات کی خبر بھی نہیں ہے۔“

”تجربہ ہے یہ، عمر نے خود بات کی تھی اس سے۔“ اس کا لہجہ بھرا گیا تھا۔

”نہیں کی عمر نے کوئی بھی بات اس سے تم دونوں کے بیچ جتنی بدگمانیاں ہیں سب اسی کی پیدا کردہ ہیں، اس نے خضر سے کہا کہ تم اس سے چھٹکارہ چاہتی ہو، مت بھلو کہ اپنا گھر کسی کے لیے۔“ وہ بھی جیسے اپنا ضبط کھو بیٹھی تھیں۔ تحریم کے ساتھ ساتھ حسان صاحب بھی ان کی بات پر حیران ہوئے تھے۔ بھئی وہ نم لہجے میں پھر بولی تھیں۔

”عورت کے لیے گھر بنانا اور بسانا بہت مشکل ہوتا ہے، کسی بھی فیصلے کا مرد کی زندگی پر اتنا اثر نہیں پڑتا جتنا عورت کی زندگی پر پڑتا ہے، تم کیا جانو، عورت کو یہی کیسی قربتیاں دینی پڑتی ہیں اپنا بھرم بنائے رکھنے کے لیے، مرد جتنا بھی پیار کرنے والا ہو، عورت کو خود پر حکمرانی کی اجازت بھی نہیں دیتا۔“

آج اس کے نام سے منسوب ہو، ہزاروں پر بھاری ہو، اس سے الگ ہو کر کیا حیثیت رہ جائے گی تمہاری؟ اور اگر بچے کا معاملہ بھی ہے تو کیوں اب تک یہ بات اس سے یا مجھ سے چھپا کر رکھی تم نے؟ کوئی دوسری عورت نہیں ہے اس کی زندگی میں، کوئی بھی نہیں۔ وہ رو رہی تھیں، تحریم از حد شاکند انداز میں ان کی

طرف دیکھتے ہوئے بند پر بیٹھ گئی۔ مسز سیال اب اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے حسان صاحب سے کہہ رہی تھیں۔

”میں جانتی ہوں آپ اپنی بیٹی سے بہت پیار کرتے ہیں، مگر بہت پیار کرنے والے والدین کو بھی اپنی بیٹیاں اپنے گھروں میں بہت سی اچھی لگتی ہیں، اگر کوئی مسئلہ ہو بھی گیا تھا تو آپ مجھ سے یا حیات صاحب سے بات کر سکتے تھے، اس کل کے لڑکے کی جھوٹی باتوں میں گمراہت کو کتنا آگے بڑھا دیا آپ نے، مجھے آپ سے ایسی سمجھ داری کی امید نہیں تھی، بہر حال اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی بیٹی میرے بیٹے سے الگ ہو کر بہت زیادہ خوش رہ سکتی ہے تو جیسے آپ کی مرضی۔“ اپنی بات مکمل کرنے کے ساتھ وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

حسان صاحب اس وقت لمحوں میں معاملے کی ایک پہچان کر تحریم کو اپنا فیصلہ سنا گئے تھے۔



پہلے گھر میں عجب ساناٹا پھیلا تھا اور وہ خلیل علی کے ساتھ عمر کے کمرے میں بیٹھی اس کی پرستش دہری کے اور اراق پر نگاہیں ڈال رہی تھی۔ خضر کمر آچکا تھا جبکہ عمر، خضر سے اس کی ڈائوئرس کے پیپر ز تیار کولانے میں مصروف گھر سے باہر تھا۔

وہ جس وقت سیال بیگم کے ساتھ گھر آئی، لاؤنج میں بیٹھے خضر کو دیکھ کر ٹھنک گئی۔

سیال بیگم کے بقول وہ شر سے باہر تھا، مگر اس وقت اسے اپنی آنکھوں کے سامنے بیٹھا دیکھ رہی تھی۔

”مگر اس کی آنکھوں کے نیچے حقے نہیں بڑے تھے؟“

”کیا جو بیماری سے پہلا بھی نہیں ہوا تھا، مگر اس کے ہاتھ ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ وہ اتنا نڈھال لگتا ہے کہ دیکھ کر تحریم کا دل اسے دیکھتے ہی اس کے لیے قصور بھلا گیا۔“

مسز سیال اسے خضر کے پاس چھوڑ کر خود مغرب کی طرف لوٹا کرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ تب

تحریم کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ حیران سا اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

”تم؟“ اسے شاید توقع ہی نہیں تھی کہ وہ خود سے دوبارہ اس گھر میں آسکتی ہے۔ تحریم اس کی حیرانی پر خاموش کھڑی اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کرتی رہی۔

”میں سمجھ گیا، تم شاید ڈائریکٹ ڈائوئرس کے لیے یہاں آئی ہو، ویل، کوئی بات نہیں، زبردستی تو تمہیں اپنی زندگی میں شامل بھی نہیں کیا تھا، پھر روکوں گا کیوں؟ لیکن یہ یاد رکھنا تحریم، کوئی مجھ سے زیادہ تمہیں کبھی نہیں چاہ سکے گا، تم چاہے جس کے ساتھ زندگی بسر کرو، مگر میں اپنی تنہائیوں کے ساتھ ہمیشہ تمہیں یاد آتا رہوں گا، ابھی تم کسی سچائی سے آگاہ نہیں ہو گئے، اپنی صرف ایک بار وہ ڈائری بڑھ لو، جو عمر نے خود اپنے ہاتھوں سے لکھی ہے، پھر اس کے بعد تمہارا جو بھی فیصلہ ہو گا، مجھے منظور ہو گا۔“

اس کی آنکھوں میں کرب کے ساتھ ساتھ سرنی بھی چمٹک رہی تھی، تحریم کا دل چل کر رہ گیا۔ تاہم اس سے پہلے کہ وہ اس سے کچھ کہتی وہ نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر اسے عمر کے کمرے میں لے آیا۔

”یہ دیکھو، کل رات میں لکھتے لکھتے چھوڑ دیا ہے، صبح بڑھی ہے میں نے، اب تم پڑھ لو، پھر تمہارا جو بھی فیصلہ ہو مجھے سناؤ، میں اپنے روم میں تمہارے فیصلے کا انتظار کر رہا ہوں۔“ اسے ایک لفظ بھی کہنے کا موقع دئے بغیر وہ آہستہ سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر کمرے سے نکل گیا۔ تحریم اس کے ہاتھ کی حرکت سے اس کے بخار کی زیادتی کا اندازہ کر سکتی تھی۔ ابھی چند روز پہلے عمر خود بھی اسے کچھ بتانا چاہتا تھا، مگر کیا۔؟ یہی جاننے کے لیے وہ سیال بیگم کے ساتھ آئی تھی اور اب یہی جاننے کے لیے اس نے عمر کی ڈائری کے اور اراق پلٹے تھے۔

”میں نہیں جانتا تحریم حسان کہ تمہاری روح کے ساتھ میرا کیا تعلق ہے، مجھے صرف اتنا پتا ہے کہ میرے لیے اس کائنات کی ہر شے کا حسن تمہارے دم

سے ہے تم نہیں جانتیں کہ میں نے کب تمہیں دیکھا اور دل میں بسایا مگر خضر جانتا تھا اس کے باوجود اس نے تم سے شادی کر لی مجھ سے چھین لیا تمہیں۔ تم ہی بتاؤ اگر میں تمہیں اس سے چھین رہا ہوں تو کیا یہ غلط ہے؟

میں تو اس سے اپنی چیز واپس لے رہا ہوں تمہیں جب یہ سب پتا چلے گا تو دوسرے لوگوں کی طرح تمہیں بھی میں غلط گلوں گا اپنے سگے بھائی کے ساتھ ظلم کرنے والا مگر ظلم تو مجھ پر بھی ہوا ہے پتا ہے میں تمہیں بچپن سے پسند کرتا رہا ہوں اس وقت سے جب تم امیر کے ساتھ اسکول جایا کرتی تھیں۔ شاید تمہیں تو ہمیشہ کم سم رہنے والا وہ سلاوا سا لڑکا یاد بھی نہ ہو صرف تمہارے لیے ہر سال کسی بھی موسم کی پروا کیے بغیر میں پاکستان کا چکر لگا رہا اور جب تمہیں پانے کا وقت آیا تب میرے ہی سگے بھائی نے تمہیں مجھ سے چھین لیا۔

میری چپ میری شرافت میرا روگ بن گئی تمہیں تو پتا بھی نہیں خضر سے تمہاری شادی نہ ہونے کے لیے میں نے کتنے جتن کیے کیسے کیسے گھروالوں کے دلوں میں تمہارے خلاف زہر نہیں بھرا مگر پھر بھی ناکام رہ گیا جس روز خضر سے تمہارا نکاح تھا اس روز میں نے اپنا دایاں ہاتھ تیز چاقو سے کٹ لگا کر اسے شدید زخمی کر لیا تھا رو رو کر میرا دل بھرا تھا اور یہ بات امیر اسٹوپڈ جانتی تھی مگر پھر بھی اس نے میرا ساتھ نہیں دیا۔

اب مجھے کسی کی پروا نہیں تمہیں اپنا پنانے کے لیے اگر مجھے آگ کے دریا سے بھی کودنا پڑا تو کوڈ جاؤں گا اب تک تمہارے اور خضر کے بیچ بدگمانیاں برحانے کے لیے کیا نہیں کیا میں نے اس کی اور لوسی کی غلط تصاویر بنائیں اس نے تمہیں کل کی مگر میں نے فون کا لپک نکال دیا جو اس نے نہیں کما وہ تم سے کما اور جو تم نے نہیں کما وہ اس سے کما اب قسمت مجھ پر مہول ہے اپنا دل بسانے کے لیے کسی کا گھر اجاڑنا اب میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا کاش یہ

سب میں تم سے رو بہو شیر کر سکوں تحریم۔ کاش۔ اس نے صرف وہی آخری ایک صفحہ پڑھا تھا جو کل رات لکھ گیا تھا اور جیسے سن ہو گئی تھی۔ کتبیا کھیل کھیلا جا رہا تھا اس کی زندگی کے ساتھ اور وہ بے خبر تھی۔

خضر نے صحیح کہا تھا محبت کے تعلق میں اعتبار اور اعتماد کا قتل لگنا بہت ضروری ہوتا ہے ورنہ کوئی بھی آپ کی ذات کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ عمر نے بھی جب اسے غور دیکھا تھا تبھی شیشے میں اتارنا شروع کیا تھا۔ اگر اپنی حماقت کے ہاتھوں وہ اپنی ساری کشتیاں جلا کر بھند جاتی تو کیا بعد میں حقیقت ٹھٹھنے پر بھی خود کو معاف کر سکتی تھی؟ شاید بھی نہیں۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

اس لمحے اسے عمر حیات سیال پر اتنا غصہ آ رہا تھا کہ اگر وہ اس کے سامنے ہوتا تو جانے وہ کیا کر بیٹھتی۔ اپنے آنسو پونچھ بھی نہ پائی تھی کہ عمر اٹھ لڑکچہ میں ہی شیخ سی دھن پر کچھ لگنا بہت مسرور لگ رہا تھا جب تحریم ایک جھٹکے سے اٹھی اور اس کے کمرے کی دہلیز پر چلی آئی۔ وہ اسے اپنے گھر میں اپنے سامنے دیکھ کر ٹھک گیا تھا۔

”تحریم۔ آپ یہاں۔؟“ مسکراہٹ ذرا۔“ سنجیدگی میں ڈھل گئی تھی، سبھی وہ آگے بڑھی اور ایک زبردست لمبا بچہ اس کے گل پر جڑیا۔

”مرنی تحریم“ آج کے بعد اس کا نام بھی تمہاری زبان پر آیا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوٹوں گی کاش مجھے تمہاری نیت کے فتور اور گھٹیا ارادوں کا پتا ہو۔ کبھی تمہیں اپنا ہمدرد جان کر یوں اپنے دل کو خود اپنے ہاتھوں سولی پر نہ لٹکائی گھٹیا ہو تم بجائے میرے اور خضر کے فاصلے کم کرنے کے تم نے ان فاصلوں کو اتار بڑھا دیا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنی اپنی صفائی دینے سے بھی رو گئے محنت ہو ایسی محبت پر جس میں صرف اپنی خوشیوں سے غرض رکھی جائے۔“ بھرائے لبے میں رو کر کہتی وہ اسے لمحوں میں زمین چٹائی تھی۔

میرے ارادے سارے خواب فقط چند گھنٹوں میں ہی میں مل گئے۔ دیکھ بھری حیران نگاہوں سے وہ اسے سے بولتے ہوئے یوں دیکھ رہا تھا گویا ایک مرتبہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی بازی ہار گیا ہو۔

خضر اسے عمر کے ساتھ اچھے سن کر اپنے کمرے سے نکل آیا۔ نگاہوں سے کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر کڑی رو رہی تھی۔

”تم نے میری سادگی سے فائدہ اٹھایا مجھے میرے ہی محبوب شوہر کے خلاف بدظن کیا اپنی آخرت کو بھل کر خود غلط تصاویر بنائیں غائبہ کو اپنے ساتھ ملا دیا کیوں؟ صرف مجھے حاصل کرنے کے لیے؟ تمہیں کیا لگا تھا خضر سے الگ ہو کر کیا میں اسی گھر میں تمہارے ساتھ کوئی نیا تعلق جوڑنے پر رضا مند ہو جاؤں گی جسے سوچے بغیر اپنی ہر سانس مجھے بو جھل جاتی ہے اسی کی آنکھوں کے سامنے تمہاری ہو کر رہوں گی نہیں۔ تحریم اگر محبت کرنا نہیں جانتی تو اسے محبت کی توہین کرنا بھی نہیں آتی میں مر سکتی ہوں مگر دوبارہ اپنا دل کسی اور سے بھی نہیں لگا سکتی۔“ سانس لے کر بھرائے لبے اور آنسوؤں سے بھیجے چہرے کے ساتھ نفرت سے اس کی طرف دیکھتی وہ اپنے دل میں اس کا مقام واضح کر گئی تھی۔ مسز سیال لڑائی لڑائی کے بعد اب بالکل خاموش کھڑی اسے عمر سے بکرتے دیکھ رہی تھیں جو اپنا سارا منصوبہ قتل ہو جانے کے بعد اب سر جھکائے کھڑا تھا۔ سبھی خضر سے روتی سے میڑھیاں اتر کر تحریم کے قریب آکر اٹھ رہی تھیں۔

”بس کرو تحریم کسی انسان کو اس کا صحیح مقام دکھانے کے لیے اتنی باتیں بہت ہیں۔“ اس کا لہجہ بڑھ گیا تھا۔ تحریم نے ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔

”میں سوری خضر ریلی ویری سوری میں نے آپ پر غلط شک کیا میرے کمزور یقین کی وجہ سے اس شخص کو مجھے مس کاغذ کرنے کی راہ ملی کاش میں پہلے ہی ساری بات آپ سے کلیئر کر سکتی تو نوبت یہاں تک

آتی ہی نہیں میں بھول گئی تھی جن کو دل سے چاہا جاتا ہے ان سے پھر کوئی غرض مشروط نہیں رہی جانی میں بے شک گئی تھی شک کے بھیانک طوفان نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی تھی مجھ سے۔“

وہ آنسو بھی ضبط کر رہی تھی اور اپنی پوزیشن بھی صاف کر رہی تھی۔ خضر نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا کر اسے مزید بولنے سے روک دیا۔ عمر ابھی تک جو چہ کھڑا تھا وہ ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈال کر تحریم کا ہاتھ تھام گیا۔

”چلو۔ باقی باتیں کمرے میں کر لیں گے۔“ مسز سیال پلٹ چکی تھیں۔ انہوں نے جیسا سوچا اور چاہا تھا ویسے ہی ہو گیا تھا۔ وہ زندگی بھر کی ہشمتیوں سے بچ گئی تھیں لہذا اطمینان سے اپنے کمرے میں پلٹ گئیں جبکہ خضر کے ہاتھ کا دباؤ تحریم کے ہاتھ پر بڑھا تھا۔ اس کی محبت پر آزمائش کا وقت مل چکا تھا اور اب اسے تحریم پر واجب اپنے سارے حساب بڑی بے باکی سے صاف کرنے تھے۔

رضیہ جمیل کے شاہکار افسانے

”بدیابرس گئی اُس پار“

شائع ہو گیا ہے خوبصورت گیت آپ بہنوں کے لئے خوبصورت تحفہ قیمت -/200 روپے

”درد کے فاصلے“

قیمت -/400 روپے

”آج گگن پر چاند نہیں“

قیمت -/200 روپے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37- اردو بازار کراچی